Regd No P. 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

بدر

ہفت روزہ

قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے

ششماہی ۵۰-۳ روپے

ممالک غیر ۵۰-۱۰ روپے

فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۱۱ | ۳۰ ظہور ۱۳۴۱ھش ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ ۳۰ اگست ۱۹۶۲ء | نمبر ۲۵

اخبار احمدیہ

نخلہ ۲۴ راگست۔ (بوقت دس بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

کل حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر رہی۔ رات نیند آگئی۔ اس وقت بھی طبیعت بہتر ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۸ راگست۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال چند روز کے لئے پاکستان تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ اور بخیریت واپس لائے۔ آمین ٭

سکھ نیشنل کالج قادیان میں

قومی یکجہتی پر ایک پُر مغز تقریر

قادیان مورخہ ۲۵/۸/۶۲ آج مقامی کالج ہال میں حسب پروگرام مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی کی تقریر قومی یکجہتی کے موضوع پر گیارہ بجے قبل دوپہر ہوئی جس میں کالج کے جملہ طلباء اور سٹاف کے علاوہ جماعت کی طرف سے مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ۔ مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ۔ مکرم حکیم محمد الدین صاحب مبلغ شیموگہ اور دیگر بہت سے احباب شامل ہوئے۔

جلسہ کی کارروائی زیر صدارت سردار پریتم سنگھ صاحب ایم۔ اے وائس پرنسپل شروع ہوئی۔ جس میں پہلے قومی یکجہتی پر ایک پنجابی نظم ہوئی۔ اور اس کے بعد ایک گھنٹہ تک مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب نے تقریر کی۔ تقریر میں آپ نے اختلاف لسانی اور مذہبی پر سیر حاصل بحث کی۔ اور ان اختلاف کے اسباب اور ان کو دور کرنے کے لئے تجاویز پیش کیں۔ آپ نے خاص طور پر قرآن کریم کی آیات

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اور

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

کی تشریح کی۔ اور اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری پیغام "پیغام صلح" میں پیش کردہ اصولوں کو دہرایا۔ اور پیشوایان مذاہب کی تکریم و تعظیم اور جملہ تمام شدہ مذاہب کی سچائی پر زور دیا۔ خاص طور پر شری کرشن جی مہاراج اور شری رام چندر جی کی صداقت کو اجاگر کیا۔

تقریر کے اختتام پر صاحب صدر نے مقرر صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اور اتحاد اور اتفاق کی ایسی تحریکات کو بہت مفید اور ضروری قرار دیا۔

اس تقریب کے بعد وائس پرنسپل صاحب کی طرف سے ہمارے احباب کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اس تقریب کو کامیاب بنانے کے لئے علاوہ وائس پریذیڈنٹ کے پروفیسر رگھبیر سنگھ صاحب اور پروفیسر کرپال کرتار سنگھ صاحب نے بہت دلچسپی لی۔

(نامہ نگار)

مہنت سندر لال صاحب دھاریوال اور گیانی گورچرن سنگھ صاحب کی

قادیان میں آمد!

گوردوارہ گرنتھ صاحب کی ایک جلد کی پیشکش!

قادیان ۲۵/۲۶ راگست۔ مہنت سندر لال صاحب اور گیانی گورچرن سنگھ صاحب کھنڈا نزد دھاریوال سے حسب پروگرام گرنتھ صاحب کی ایک بیڑ حاصل کرنے کے لئے قادیان تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ دس بارہ افراد اور بھی تھے یہ سب راد ھا سوامی مذہب کے پیرو تھے۔ ان سب کو مہمانخانہ میں ٹھہرایا گیا۔ بعد نماز عشاء مہنت صاحب نے مسجد مبارک میں احباب کے سامنے واعظانہ رنگ میں وقت کے مرشد کی ضرورت اور توحید الٰہی پر تقریر کی۔ ان کے بعد گیانی گورچرن سنگھ صاحب نے جماعت احمدیہ کے اخلاق اور رواداری کا ذکر کرتے ہوئے شیخوپورہ کے ایک احمدی ملک شیر عالم صاحب کی بہت تعریف کی۔ گیانی صاحب کے بعد گیانی عبد اللطیف صاحب نے جماعت کی طرف سے مہمانوں کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ اور احمدیہ جماعت کی روادارانہ تعلیمات اور اصولوں کو پیش کیا۔

آخر میں مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے اعلیٰ نمونہ اور کردار پیش کرنے پر زور دیا۔ اور یہ تقریب گیارہ بجے اختتام پذیر ہوئی۔

مورخہ ۲۶ راگست کو صبح آٹھ بجے گرنتھ صاحب کا ایک نسخہ جو مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر صاحب امور عامہ نے پاکستان سے منگوایا ہوا تھا۔ مہنت صاحب کی خدمت میں مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے احترام کے ساتھ پیش کیا۔ اور یہ نسخہ وہ جلوس کی شکل میں تمام شہر میں گھومتے ہوئے اپنے گاؤں لے گئے ٭

(نامہ نگار)

قادیان میں جلسہ سالانہ

بتاریخ ۱۸، ۱۹، ۲۰ دسمبر کو منعقد ہوگا

احباب کی درخواست پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے قادیان میں منعقدہ جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۱۸، ۱۹، ۲۰ دسمبر مقرر فرمائی ہیں۔ اس طرح احباب ریلوے کے رعایتی کرایہ سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور پاسپورٹ ہونے پر قادیان کے بعد ربوہ کے جلسہ میں بھی شمولیت کا موقعہ پا سکتے ہیں۔ احباب ابھی سے جلسہ میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہونے کی سعی شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین ٭

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

حضرت ممانی صاحبہ کی شدید علالت

نخلہ۔ حضرت ممانی صاحبہ یعنی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کی بڑی بیگم صاحبہ بہت بیمار ہیں۔ حالت تشویشناک طور پر کمزور ہو گئی ہے۔ احباب موصوفہ کی شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ آمین

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

پردہ ——— فطرت کے آئینے میں

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

رنگا رنگ مٹھائیوں کے بڑے بڑے تھال نہایت قرینے کے ساتھ اپنے سامنے اور اردگرد رکھے حلوائی ایک چوکی پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ ایک لمبا سا مورچھل اس کے ہاتھ میں تھا۔ جسے وہ کبھی کبھی غیر شعوری طور پر یوں ہلاتا تھا کہ وہ سارے تھالوں کے اوپر سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھوم جاتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "آپ نے یہ جالی مٹھائیوں پر کیوں ڈال رکھی ہے؟ کیا اس سے آپ کی ان دیدہ زیب اور دل آویز مٹھائیوں کی خوش منظری اور بامرہ نوازی میں فرق نہیں پڑتا؟" اس نے کہا "فرق تو ضرور پڑتا ہے اور ان کی خوشنمائی پر ایک پردہ پڑ جانے سے راہگیروں کی نگاہوں، قدموں اور جیبوں کے لئے ان کی کشش کم ہو جاتی ہے۔ لیکن انہیں مکھیوں کی یورش اور گرد و غبار سے بچانے کے لئے جالی ڈالنا بہت ضروری ہے ورنہ مٹھائیاں داغدار ہو جاتی ہیں۔" میں نے کہا "جب مٹھائیوں کو جالی سے ڈھک دینے سے یہ غرض پوری ہو جاتی ہے تو پھر آپ بار بار مورچھل کیوں ہلا رہے ہیں؟" وہ مسکرایا اور کہنے لگا "یہ تو درست ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ محض جالی سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ مکھیاں جالی کے اوپر بیٹھ جاتی ہیں اور گند پھیلاتی ہیں۔ [illegible]؟" مٹھائی کی حفاظت کیلئے جالی ضروری ہے اور جالی کے باوجود مورچھل ضروری ہے اور مکھیاں بہرحال مکھیاں ہیں۔ میں اسی مسئلہ پر غور کرتا آگے بڑھ گیا!

مجھے کچھ بادام خریدنا تھے۔ ڈرائی فروٹ کی ایک دوکان سے میں نے بادام خریدے اور ہینڈ بیگ میں ڈال کر ہاتھ پر رکھ لیا۔ بادام مجھے بہت مرغوب ہیں۔ بازار میں چلتے چلتے کچھ کی نئی تہذیب اور بدتہذیبی کو نظر انداز کرتے ہوئے میں نے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر ایک بادام نکالا، دانتوں میں دبا کر اسے توڑا اور مغز منہ میں ڈال لیا۔ مغز کتنا خوش ذائقہ تھا اور کتنی لطافت تھی اس میں، جب وہ میرے کام و دہن کو لطف اندوز بخشتا حلق سے نیچے اتر رہا تھا۔ چھلکا ابھی تک میرے ہاتھ میں تھا۔ وہ کتنا سخت اور کتنا دبیز تھا۔ میں نے اپنے تحت الشعور سے سوال کیا کہ "اس لطیف اور نازک مغز کے اوپر یہ چھلکا کیوں تھا؟" فطرت نے میرے دماغ کے جھروکے میں سے جھانکتے ہوئے کہا "یہ میرا تقاضا تھا۔ اور تم یہ بھی دیکھو! ہر لطافت ایک دبیز چھلکا چاہتی ہے!!"

آگے ایک فروٹ کی دوکان تھی۔ کیلے سنگترے، مالٹے، ناشپاتی اور موسم بے موسم کے پھل بڑے بڑے ٹوکروں میں تہ در تہ اور قطار اندر قطار رکھے تھے۔ بادام کھانے کے بعد سے مجھے ان چیزوں کی قدرتی ساخت سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ مغز اور چھلکا میرے لئے بطور خاص وجہ کشش اور موجب تحقیق تھے۔ دوکاندار نے کچھ تربوز کاٹ کر رکھے ہوئے تھے جن کا سرخ عنابی اور گلگونی رنگ بہت نظر نواز تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ قاشوں میں سے رنگ بس چھلکا ہی چاہتا ہے۔ بے اختیار قدم ادھر کو اٹھ گئے چند قاشیں خریدیں اور مزے سے کر کھائیں اور قاشوں کے موٹے موٹے چھلکے ایک طرف پھینک دئے ——— موٹے موٹے چھلکے! جو تربوز کے اس سرخ عنابی، گلگونی اور شیریں اور نظر نواز گودے کے محافظ تھے!

پاس ہی خربوزوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا ایک گاہک آیا اس نے چند خربوزے چھانٹ چن کر تلوائے اور تسلی کے لئے ایک خربوزے کو چھری سے کاٹا۔ وہ "کانا" نکلا۔ اس میں سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے کیڑے کلبلا رہے تھے۔ گاہک نے خربوزے لینے سے انکار کر دیا میں نے یونہی سوال کیا "یہ کیوں؟" اس نے کہا "ان میں کیڑے ہیں۔" میں نے پوچھا "کیڑے کیسے پڑ گئے ان میں؟" اس نے کہا "اس طرف کا چھلکا نرم ہوگا کیڑے سیندھ لگا کر اندر گھس گئے۔" میں نے ذوق تجسس سے اس کٹے ہوئے کرم خوردہ خربوزے کا ٹکڑا اٹھایا۔ اُف! بے شمار کیڑے تھے جو ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اور ایک مسلسل بے چینی کے ساتھ مصروف حرکت تھے۔ میں نے خربوزے کے بیرونی حصے کا جائزہ لیا کوئی سوراخ نظر نہ آیا، کوئی سیندھ نہ تھی جس میں سے کیڑوں کے اندر گھسنے کو سوراخ ملتا بس وہی اس گاہک والی بات ہی قرین عقل معلوم ہوئی کہ ایک طرف کا چھلکا ذرا نرم تھا اور کیڑوں کو اندر گھسنے کا موقعہ مل گیا۔!

یہاں پھر وہی سوال میرے سامنے تھا: یعنی نرم چھلکا ——— اور کیڑے! اور میں سوچنے لگا کہ اگر یہ نرم چھلکا بھی نہ ہوتا تو؟ ——— پھر تو شاید اس خربوزے کا وجود ہی ختم ہو جاتا اور "آہ" نہ یہ اس خربوزوں کے ڈھیر میں موجود ہوتا اور نہ یہ تجربے کا باعث ہوتا مجھے کچھ متجسس اور خیالات کی بھول بھلیوں میں گم پا کر دوکاندار نے مخاطب کیا اور کہا "قدرتی بات ہے کہ کیڑے جب بھی پڑتے ہیں نہایت میٹھے خربوزوں میں پڑتے ہیں ———!!"

میں ایک جنرل مرچنٹ کی دوکان پر پہونچا بڑی بھیڑ تھی۔ کاؤنٹر تک پہونچنے کا راستہ بھی نہ تھا۔ جی چاہا آگے بڑھ جاؤں۔ مجھے صرف بیکنس کی ایک ٹیوب خریدنا تھی۔ لیکن اس بھیڑ میں ایک زندگی نظر آئی، ایک تحریک معلوم ہوا اور کیف محسوس ہوا۔ میں اس بھیڑ کے کم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ گاہک اپنی اپنی پسند اور ضرورت کی چیزیں خرید کر کھسکتے جا رہے تھے بھیڑ کم ہوتی۔ اب میں سارے گاہکوں کو، ان کی پسندیدہ اشیاء کو اور جنرل مرچنٹ کو دیکھ سکتا تھا جس کا دماغ، زبان، ہاتھ اور پاؤں مشینی کل پرزوں کی طرح مسلسل مصروف حرکت تھے۔ اس نے ایک گاہک کو ٹاٹ کا بڑا سا تھیلا دیا۔ میں نے تھیلے کو دیکھا۔ یونہی سا تھا۔ گاہک نے سات آنے دئے اور دوکاندار اپنی سیٹ سے اچک کر دوکان کے اندرونی حصے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ ایک چھوٹی سی چیز نہایت خوشنما خانے میں ملفوف کر کے لایا اور گاہک کو تھمادی۔ بڑا خوبصورت، رنگدار اور دیدہ زیب پیکنگ تھی وہ۔ لیکن وہ چیز کیا تھی؟ میں نہ دیکھ سکا۔ گاہک نے اتنی چھوٹی سی چیز کے پانچ روپے دئے اور چلا گیا۔ میں مجسم استفہام بن کر سوچنے لگا۔ کوئی قیمتی چیز ہوگی۔ جو اتنے جمیل لفافے میں پیک کر دی گئی ہے ——— میں نے اپنی ضرورت کی چیز خریدی اور یہ سوچتے سوچتے آگے بڑھ گیا کہ ——— تھیلا ——— ٹاٹ کا تھیلا بے وقعت اور بے پردہ ——— اور وہ نازک چھوٹی سی چیز ——— مگر خدا جانے کیا چیز؟ باوقعت اور رنگین خوشنما پردوں میں ملفوف! ——— ہوگی کوئی قیمتی چیز!!

مجھے ایک کتاب خریدنا تھی۔ میں کتب فروش کی دوکان پر پہنچا۔ مطلوبہ کتاب اور اس کی قیمت دریافت کی۔ جو کتب فروش نے میرے زعم و امید سے زیادہ بتائی۔ میں خریدنے سے انکار کر کے مڑنے لگا تو کتب فروش نے لیکچر دینا شروع کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں کتاب خرید لوں۔ لیکن اس کے لیکچر کے ہر فقرے کی تان یہاں آ کر ٹوٹتی تھی کہ "دیکھئے نا! کتنا اچھا گردپوش لگایا گیا ہے ——— !" گردپوش بلاشبہ عمدہ تھا۔ سہ رنگا اور خوشنما۔ جس سے کتاب کو چار چاند لگ گئے تھے۔ چنانچہ میری جیب میں پیسے حرکت کرنے لگے اور میں نے کتاب خرید لی۔ گردپوش ——— ! اصل کتاب کی حفاظت کرنے والا گردپوش ——— کتاب کو رگڑ اور گرد و غبار سے بچانے والا گردپوش ——— ! واقعی گردپوش سے کتاب کی وقعت، دیدہ زیبی اور عمر بڑھ جاتی ہے ——— گردپوش چھلکے کا قائمقام ——— !

میں نے کتابوں کی فہرست طلب کی فہرست دیگئی اور میں اسے پڑھنے لگا۔ ہر کتاب کی تین قیمتیں درج تھیں۔ مثلاً غیر مجلد ایک روپیہ مجلد سوا روپیہ ——— اور ——— مجلد مع گردپوش ڈیڑھ روپیہ ——— !!

غیر مجلد ——— !

مجلد ——— !

مجلد مع گردپوش ——— !!

اب گاڑی کا وقت ہو چلا تھا۔ میں اسٹیشن پر پہنچا اور ٹکٹ لینے کے لئے ٹکٹ کی کھڑکی پر جا کھڑا ہوا۔ کچھ عورتیں بھی کھڑکی کے سامنے قطار میں کھڑی تھیں۔ اور حسب عادت شور مچا رہی تھیں۔ ٹکٹ کلرک نے کھڑکی میں جھک کر کہا "یہ صرف مردوں کی کھڑکی ہے عورتوں کی کھڑکی ادھر بائیں ہاتھ کو ہے۔" میں نے کہا "بابو جی! ان میں تو پردے اور علیحدگی کی کوئی پابندی نہیں!" بابو نے کہا "پھر بھی ......" اس نے اپنا فقرہ نامکمل چھوڑ دیا اور میں دیر تک اپنے ذہن میں اسے مکمل کرتا رہا "پھر بھی ...... پھر بھی ...... پھر بھی یہ صنف نازک ہے اور صنف کرخت سے دور رہنی چاہیئے۔ پردے میں اور علیحدگی میں ——— ! کراکری اور ہارڈ ویئر ایک دوکان میں نہیں ہونے چاہئیں ——— !

ٹکٹ لے کر میں پلیٹ فارم پر پہنچا۔ میری گاڑی آنے میں ابھی کچھ دیر تھی۔ میں پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ سامنے والے پلیٹ فارم پر ایک ٹرین آ کر رکی جو دہلی سے آئی تھی۔ گاڑی رکتے ہی ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قلیوں کا شور، مسافروں کا دھکم پیل۔ اور سفر کی اکتاہٹ اور بے چینی کی وجہ سے جلد تر ریلوے حدود کو چھوڑ دینے کی شدید خواہش۔ کچھ فاصلے پر ایک ڈبے سے چند باراتی دولہے اور ڈھول باجوں سمیت اترے تھوڑی دیر بعد کچھ بوڑھی عورتوں نے ایک بڑا سا لفافہ بشکل تمام تھام تھام کر ڈبے سے اتارا۔ اور اسے ایک طرف کھڑا کر دیا۔ مگر وہ رنگین لفافہ جھک گیا۔ دراصل وہ دلہن تھی۔ سمٹی سمٹائی اور لجی لجائی۔ وہ دوہری ہوئی جا رہی تھی اور بار بار اس کی انگلیاں گھونگٹ کو اور نیچے ——— اور نیچے سرکاتی تھیں۔ اور اس کی وہ انگلیاں بھی دوپٹے کے پلو میں لپٹی ہوئی تھیں ——— وہ ہراہٹ سے، اپنے قد سے، اپنے آپ سے، اور شاید اپنی جوانی سے بھی شرما رہی تھی۔ اس منظر کو، اس مظاہرہ کو میں دیر تک دیکھتا رہا جس کے تار فطرت کے ایک نقطے سے جا ملتے تھے ——— ! مجھے بادام، تربوز، خربوزے، لفافہ، اور گردپوش یاد آ گئے۔ اور میں فطرت کے ان مظاہر کو اپنے شعور اور ضمیر سے تطبیق دیتا اپنی ٹرین کا انتظار کرنے لگا۔

ٹرین آئی اور میں ایک ڈبے میں جا بیٹھا۔ سامنے کے برتھ پر دو مسافر [illegible] اپنی اپنی اقتصادیات کا رونا رو رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے افسوسناک اور کسی قدر حسرت آمیز لہجے میں کہا "کل ہی کی بات ہے ہمارے گاؤں میں چوری کی ایک واردات ہوئی ہے۔ چور گھر کے دوسرے سامان کے علاوہ دفینہ بھی نکال کر لے گئے ہیں جس میں سونے کا بے شمار زیور تھا" دوسرے نے اپنا تجربہ بتایا "گھر کا کوئی بھیدی ضرور چوروں کے ہمراہ ہوگا۔" میں نے بھی دلچسپی لی اور خبر سنانے والے سے پوچھا "سونے

مغربیت کی تقلید مت کرو ہمیشہ اسلامی شعار کو اختیار کرنے کی کوشش کرو

اسلامی احکام پر عمل کرنے کا ایسا نمونہ پیش کرو کہ آسمان پر فرشتے تمہاری تعریف کریں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا احمدی نوجوانوں سے ایک نہایت اہم خطاب

فرمودہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء بمقام ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں خدام الاحمدیہ سے خطاب فرماتے ہوئے انہیں کئی قیمتی نصائح فرمائی تھیں۔ یہ تقریر ابھی تک مکمل شائع نہیں ہو سکی تھی۔ اب [illegible] شائع ہونے کے لئے ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

فرمایا: پیشتر اس کے کہ میں تقریر شروع کروں۔ چند باتیں میں ضمنی طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ

آپ لوگ جب یہاں آئیں

تو ایک زائد چادر ساتھ لیتے آیا کریں تاکہ اس قسم کے موقعوں پر نیچے بچھا کر بیٹھ جائیں گرد زیادہ ہے جس کی وجہ سے نزلہ اور کھانسی وغیرہ امراض ہو جاتی ہیں۔ اگر زائد چادر ساتھ ہو اور وہ بچھا کر بیٹھ جائے تو ان امراض سے انسان ایک حد تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ پھر اس میں ثواب بھی ہے۔ بعض مہمان آجاتے ہیں یا بعض لوگ کوئی چادر وغیرہ ساتھ نہیں لاتے وہ بھی ساتھ بیٹھ جائیں گے۔ پس جس طرح خیموں کے لئے تم چادریں یا کمبل ساتھ لاتے ہو اسی طرح ایک چادر زائد بھی لے آیا کرو۔ ہمارے پنجاب میں

پہلے یہ رواج ہوتا تھا

کہ زمیندار جب کبھی باہر جاتے تو ایک چادر کندھے پر ڈال لیتے تھے جو اس قسم کے مواقع پر کام آیا کرتی تھی اب معلوم نہیں یہ رواج ہے یا نہیں۔ بہرحال یہ چیز بڑی ضروری ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض دوست تکلف اٹھا کر زمین پر ہی بیٹھ جاتے ہیں۔ اور وہ اسے کوئی معیوب بات نہیں سمجھتے۔ لیکن باہر سے آنے والوں پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ پس اپنے ساتھ ایک زائد کپڑا رکھنا چاہئے جو ایسے موقعہ پر زمین پر بچھا لیا جائے اور پھر اس پر بیٹھا جائے۔

دوسرے میں نے کل

انتخاب صدر کے متعلق

چند تلخ باتیں کہی تھیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ تلخ باتیں بھی قومی ترقی کا موجب ہوا کرتی ہیں۔ دنیا میں جس قوم نے بھی ترقی کی ہے اپنے جذبات کو کچل کر ہی ترقی کی ہے۔ ایسی صورت میں افراد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ تلخ باتیں سننے کے عادی ہوں

اگر وہ تلخ باتیں سننے کے عادی ہو جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ عرصہ کے بعد ان میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے گا کہ وہ اپنی ذات پر جرح کر سکیں اور اس طرح اپنی اصلاح کر سکیں۔

ہمارے خاندان کے بعض نوجوانوں میں کچھ ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو انسان کے اندر

نزاکت پیدا کر دیتی ہیں

یوں بھی بڑے لوگوں کے بچوں میں قدرتی طور پر نزاکت پیدا ہو جاتی ہے لیکن میں بہت حد تک اسے ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے لوگ ہمارا لحاظ کرتے ہیں اور پھر ہمارا خاندان ایک لمبے عرصہ تک حکومت کرتا چلا آیا ہے۔ اس وجہ سے بھی ایک طرح کا غرور اور کبر پیدا ہو جاتا ہے ہم جب سنتے ہیں کہ ہمارے بزرگ غرور کی وجہ سے دوسروں کی باتیں نہیں سنتے تھے تو ہم میں بھی یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے میرے لئے بھی ایک موقعہ ایسا آیا تھا میں سمجھتا ہوں کہ میں اس موقعہ پر خدا تعالیٰ کے فضل سے پاس ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول جب بیمار تھے اور آخری جلسہ پر تقریر کے لئے تشریف لے گئے تو ان دنوں کسی بات پر ہمارے بہنوئی

نواب محمد علی خان صاحب مرحوم رض

سے ناراض تھے جب جلسہ پر جانے کی ضرورت پیش آئی تو بیماری کی وجہ سے آپ چل تو سکتے نہیں تھے اور قادیان میں ان دنوں صرف ایک گاڑی تھی جس پر بیمار آجا سکتے تھے اور وہ نواب محمد علی خان صاحب مرحوم رض کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول نے چاہا کہ کسی طرح گاڑی بھی مل جائے اور آپ کو زیادہ چلنا بھی نہ پڑے چنانچہ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ میاں تم نواب صاحب رض سے گاڑی منگوا دو۔ چنانچہ میں نے نواب صاحب کو گاڑی کے لئے کہلا بھیجا اور انہوں نے گاڑی بھیج دی۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رض سوار ہو کر جلسہ میں تشریف لے گئے گاڑی کی گھوڑی بہت تیز تھی جب گاڑی جلسہ گاہ (مسجد نور) کے پاس پہنچی تو گھوڑی دوڑنے لگ پڑی۔ سائیس نے مجھے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں گاڑی نواب صاحب رض کی کوٹھی لے جاؤں آپ جب گاڑی کے لئے آدمی بھیجیں گے تو میں فوراً آجاؤں گا۔ مولوی محمد علی صاحب بھی پاس کھڑے تھے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ ان سے اس بارہ میں مشورہ کر لوں میں نے کہا مولوی صاحب۔ گھوڑی دوڑتی اور شور کرتی ہے۔ سائیس کہتا ہے کہ اگر مجھے اجازت ہو تو انہیں

نواب صاحب رض کی کوٹھی لے جاؤں

جب آپ کہیں گے میں گاڑی لے آؤں گا انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے سائیس سے کہا اچھا گاڑی لے جاؤ۔ لیکن تیار رہنا اور حکم ملنے پر فوراً لے آنا۔ ہمارا اندازہ تھا کہ کوئی گھنٹہ بھر تقریر ہوگی۔ لیکن چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کی طبیعت خراب تھی۔ اسلئے صرف دس پندرہ منٹ تقریر ہوئی۔ اور آپ نے کہا۔ گاڑی لاؤ۔ میں نے فوراً آدمی دوڑایا گاڑی آنے میں دو چار منٹ کی دیر ہو گئی۔ آپ ناراضگی کی حالت میں ہی پیدل چل پڑے میں دیکھ رہا تھا کہ بیماری کی وجہ سے آپ کے قدم لڑکھڑا رہے ہیں مگر

میں نے خیال کیا

کہ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ آپ ابھی بورڈنگ کے دروازہ تک ہی پہنچے تھے کہ گاڑی آگئی لیکن پیشتر اس کے کہ میں گاڑی پیش کروں آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ مولوی محمد علی صاحب نے بھی کہا کہ ہاں یہ ان کی غلطی تھی۔ حالانکہ میں نے ان سے مشورہ کر لیا تھا۔ بہرحال میں نے عرض کیا کہ چونکہ ہمیں خیال تھا کہ حضور کی تقریر لمبی ہوگی اس لئے ہم نے گاڑی واپس بھجوا دی اس پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رض نے خفگی کا اظہار فرمایا۔ مجھے اس وقت برا تو محسوس ہوا۔ لیکن میں نے اسے برداشت کیا۔ اور سمجھا کہ

آپ ہمارے بزرگ اور مقتدیٰ ہیں

آپ سے اگر ایک تلخ بات بھی میں نے سن لی تو کیا ہوا۔ جب گاڑی آگئی تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ گاڑی حاضر ہے۔ حضور اس پر سوار ہو جائیں۔ چنانچہ آپ گاڑی پر سوار ہو گئے۔ بہرحال تلخ بات کا سننا بھی مفید ہوتا ہے۔ ہم سے پہلوں نے تلخ باتیں سنیں اور بلند مرتبہ حاصل کیا۔ اگر بعد والے بھی تلخ باتیں سنیں گے تو بلند درجات حاصل کریں گے۔ ہاں انسان کو بے غیرت نہیں بننا چاہئے اور بات کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال نہیں دینا چاہئے۔

غیرت یہ ہے

کہ انسان ایسی بات سنے تو اسے برا تو لگے لیکن وہ سمجھے کہ میں نے ہی یہ بات کہلوائی ہے حضور نے فرمائی تا آئندہ اسے اصلاح کا موقع ملے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کے ساتھ بھی ایک واقعہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کے ایک بھتیجے کو جو آپ کے پاس قادیان رہا کرتا تھا حکم دیا کہ وہ قادیان سے باہر چلا جائے اس لئے کہ وہ وہاں رہنے کے قابل نہیں تھا۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کے پاس گیا اور اس نے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا اب میں کیا کروں۔ پھر فرمایا۔ اچھا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تمہاری سفارش کروں گا لیکن ابھی آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ لکھا نہیں تھا کہ کسی شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا کر شکایت کر دی کہ بڑے مولوی صاحب نے اپنے بھتیجے سے کہا ہے کہ

قادیان سے باہر نہ جاؤ

اور یہ نہ بتلایا کہ آپ نے تھوڑی دیر کے لئے

صرف اس لئے اسے روکا ہے تاکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اس کی سفارش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اگر مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ وہ باہر نہ جائے تو پھر وہ بھی اس کے ساتھ ہی تشریف لے جائیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تشریف لائے۔ اور آپ نے بتایا کہ میں نے تو یوں کہا تھا مگر شکایت کرنے والے نے آدھی بات بتائی اور آدھی نہ بتائی۔ غرض تلخ باتیں سننے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اگر تم تلخ باتیں نہیں سنو گے تو کام کرنے کی عادت نہیں پڑے گی۔ میں جب کہتا ہوں کہ

تلخ باتیں سنو

تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم بے غیرت بن جاؤ۔ تلخ باتیں سنو لیکن بے غیرت نہ بنو۔ تمہیں غصہ آسکتا ہے۔ لیکن اپنے آپ پر قابو رکھو۔ اور سمجھو کہ یہ میری غلطی کی وجہ سے مجھے یہ سزا ملی ہے۔ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ میری طبیعت پر سب سے بڑا اثر انہی تلخ باتوں نے کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ان سے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ مثلاً

اسلامی شعار

ہیں۔ آجکل اسلامی شعار اختیار کرنے کے لئے بڑی ہمت سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ زمانہ ایسا ہے جس میں اسلام کی کوئی بھی چیز باقی نہیں رہی۔ لَمْ يَبْقَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهٗ۔ اسلام صرف نام کا رہ گیا ہے۔ تم اگر کسی کو بیٹ پہنے دیکھو گے تو کہو گے دیکھو وہ انگریز بنا پھرتا ہے لیکن اپنے منہ پر دیکھو۔ تو وہاں انگریزیت پائی جاتی ہوگی۔ داڑھی منڈائی ہوئی ہوگی۔ تم سر سے انگریز نہیں ہوئے تو منہ سے انگریز بنے ہوئے ہوگے۔ کسی کے سر پر پگڑی نہیں ہوگی۔ تو نیچے سوٹ پہنا ہوگا۔ غرض کسی نہ کسی رنگ میں انگریزیت ضرور نمایاں ہوگی۔ اور اس کا مقابلہ کرنا تمہیں مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن

یہی مقابلے ہیں

جو انسان کے لئے کارآمد ہوتے ہیں۔ اور اس میں ہمت پیدا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ تو بعض دفعہ آپ کا یہ طریق ہوتا تھا کہ آپ ایک چھوٹا سا فقرہ کہہ دیتے۔ بچپن میں میں بھی ٹوپی پہنا کرتا تھا۔ جس طرح آجکل کے نوجوان کو پگڑی بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ مجھے بھی بوجھل معلوم ہوتی تھی۔ ہم بچپن سے یہی پہننے لگے تھے۔ ایک دفعہ غالباً عید کا دن تھا

میں کپڑے پہن کر باہر نکلا

میں جس کمرہ میں تھا اس کا ایک دروازہ برآمدہ میں کھلتا تھا اور ایک باہر۔ میں کپڑے بدل کر برآمدہ میں پہنچا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گھر سے نکلے۔ اور اس دروازہ میں پہنچے۔ میں نے بھی اسی دروازہ سے گذرنا تھا۔ اور آپ بھی اسی دروازہ سے گذرے۔ میں نے ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ اور صرف اس دن ہی نہیں بلکہ بچپن سے پہنتا چلا آیا تھا۔ لیکن آپ نے مجھے دیکھ کر کہا عید کے دن بھی ٹوپی؟ یہ فقرہ گو سادہ تھا لیکن مجھ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ میں اسی وقت واپس گیا اور کسی سے کپڑا مانگ کر پگڑی باندھی۔ اور اس دن کے بعد کبھی میں نے ٹوپی نہیں پہنی۔

ایک دفعہ آپ فرمانے لگے

ہمارے خاندان کا یہ طریق ہے

کہ جب ہم سے کوئی باہر نکلتا ہے تو کوٹ پہن کر نکلتا ہے اور سوٹی ہاتھ میں رکھتا ہے۔ اس لئے تم بھی جب باہر نکلو تو کوٹ پہن کر نکلو۔ اور سوٹی ہاتھ میں لے کر نکلو۔ اور جب گھوڑے کی سواری کرو تو ٹیکا باندھو۔ میں نے یہ بات آپ سے سنی۔ اور اسی دن سے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن شامتِ اعمال سے میں پھنس گیا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رض نے مجھ سے پوچھا۔ میاں تم گھر سے نکلتے ہو۔ تو کوٹ پہن کر اور ہاتھ میں سوٹی پکڑ کر نکلتے ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ میں نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ہمارے خاندان کا یہ طریق تھا کہ جب بھی اس کے افراد گھر سے باہر نکلتے تھے تو کوٹ پہن کر نکلتے تھے اور

ہاتھ میں سوٹی پکڑ کر نکلتے تھے

اور اگر گھوڑے کی سواری کا موقعہ ہو تو ٹیکا باندھتے تھے۔ اس لئے میں بھی ایسا کرتا ہوں۔ یہ تو طبی بات ہے۔ گھوڑے کی سواری سے عموماً پیٹ بڑا ہو جاتا ہے۔ اور اگر ٹیکا باندھ لیا جائے۔ تو پیٹ نہیں بڑھتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد تحصیلدار ہمارے نام داخل خارج کروانے کے لئے آیا ان دنوں

سرکاری حکام

جب قادیان آتے تو مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں ٹھہرا کرتے۔ اس نے مجھے وہاں بلوایا۔ میں حضرت خلیفہ اول کے پاس پڑھ رہا تھا اس لئے ادب کی وجہ سے نہ اٹھا دوسری دفعہ اس نے پیغام بھیجا میں نہ گیا پھر تیسری دفعہ پیغام بھیجا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا میاں یہ افسر لوگ ہیں چلے جاؤ۔ حضرت خلیفہ اول رض کے ادب کی وجہ سے میں نے خیال کیا کہ جلدی ہی آجاؤں گا۔ میری جوتی اندر تھی۔ میں جوتی پہن کر زنانہ کے دروازہ سے نکل آیا۔ میری شامتِ اعمال تھی کہ جب میں اندر گیا تو آپ نے ان دوستوں سے جو آپ کی مجلس میں موجود رہتے۔ فرمایا۔ دیکھو۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات پر عمل کرنے ہوئے کوٹ پہن کر اور ہاتھ میں سوٹی لے کر باہر آئے گا۔ اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے تمام لوگ دروازوں پر کھڑے ہو گئے۔ ادھر میں اسی طرح آگیا۔ مجھے ادھر سے یوں آواز آئی جیسے کسی کو شرمندہ کیا گیا ہو جب میں واپس آیا تو

حضرت خلیفۃ المسیح اول رض نے فرمایا

میاں تم نے مجھے بہت شرمندہ کیا۔ میں نے سب لوگوں سے یہ کہا تھا کہ دیکھو یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات پر عمل کرتے ہوئے ضرور کوٹ پہن کر باہر آئے گا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ تم یونہی آگئے۔ میں نے کہا۔ میں نے آپ کے ادب کی وجہ سے یہ چاہا تھا کہ جلدی آجاؤں۔ اس لئے بغیر کوٹ پہنے اور سوٹی ہاتھ میں لئے باہر نکل آیا۔ یہ واقعہ ہے کہ کئی احمدیوں نے بھی اس وقت پگڑیاں پہننی شروع کر دی تھیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے بعض نے ٹوپیاں پہننی شروع کر دی ہیں۔ بعض نے

نکٹائیاں لگانی شروع کر دی ہیں

اور بعض داڑھیاں منڈواتے ہیں مگر انہیں یہ حس ہی نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اس وقت ان کے باپ دادا کی عزت کا سوال تھا۔ انہیں چاہیئے تھا کہ وہ خاندانی روایات کو قائم رکھتے۔ اور اپنے باپ دادا کے اچھے نمونہ کو قائم رکھتے۔ لیکن انہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ مجھے کہیں سے کچھ رقم ملی۔ اور میں نے ایک کوٹ اور ایک پتلون سلوائی اور ایک ٹائی بھی خریدی۔ اس لباس میں میں نے ایک تصویر بھی کھنچوائی۔ یہ کوٹ اور پتلون ۲۔۳ دن ہی پہنی تھی کہ انہیں بدل دیا۔ یہ وہ دن تھے جب گورداسپور میں کرم دین بھیں والا مقدمہ چل رہا تھا۔ مقدمہ کی تاریخ پڑنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہیں رہنا شروع کر دیا۔ عارضی قیام کے لئے وہاں ایک مکان لے لیا گیا تھا۔ ہمارے مہمان بھی وہیں آجاتے تھے۔ اس زمانہ میں بہت کم احمدی تھے۔ ان میں ہمارے ایک احمدی دوست محمد ایوب صاحب تھے جو غالباً صوبیدار میجر تھے وہ مراد آباد کے رہنے والے تھے وہ ان دنوں نئے احمدی ہوئے تھے۔ اور نیا نیا ملازمت سے ریٹائر ہو کر آئے تھے۔ اس مقدمہ پر وہ بھی گورداسپور آئے تھے شامت اعمال کی وجہ سے میں نے ٹائی لگائی ہوئی تھی اور غالباً سوٹ بھی پہنا ہوا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے

صوبیدار میجر محمد ایوب صاحب

نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ایک طرف لے جا کر کہا میاں ہم یہاں آتے ہیں تو دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں اور جو کچھ یہاں دیکھتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کا اصلی رنگ ہے۔ ہمارے مولوی بتایا کرتے تھے کہ انگریزوں کی نقل کرنا کفر ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفر نہیں آپ نے ٹائی باندھی ہوئی ہے تو میں کٹھنیاں کھوانی شروع کر دوں گا اس لئے بہتر ہے کہ یہ ٹائی ابھی اتار کر مجھے دے دو۔ چنانچہ میں نے اپنی ٹائی انہیں دے دی اور انہوں نے وہیں پھاڑ کر پرے پھینک دی۔

وہ پہلی اور آخری ٹائی تھی

جو میں نے پہنی۔ اسی طرح ایک دفعہ انہوں نے بڑی سختی سے کام لیا ہماری والدہ دہلی کی رہنے والی ہیں دہلی اور یوپی کی تہذیب میں بہت فرق ہے۔ یوپی میں خاوند اپنی بیوی کو اگر کوئی بات کہے گا تو "آپ" کہے گا اسی طرح مالک اپنے نوکر کو "آپ" کہے گا۔ مثلاً مالک نوکر سے کہے گا ذرا آپ دوڑ کر دہی لے آیئے۔ لیکن دہلی کی تہذیب یہ تھی کہ قریبی رشتہ داروں کو "تم" کہتے تھے اور میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو "تم" کہتے تھے ہماری والدہ بھی چونکہ دہلی کی رہنے والی تھیں اس لئے ہمیں بھی ایک دوسرے کو "تم" کہنے کی عادت پڑ گئی ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ میں نے کہا کہ تم میری یہ بات سن لو

جب مجلس ختم ہوئی

تو صوبیدار میجر محمد ایوب صاحب مجھے ایک طرف لے گئے۔ اور کہنے لگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے تو والد ہیں۔ مگر میرے پیر ہیں اگر میں نے آئندہ اُن کے لئے "تم" کا لفظ سنا۔ تو "تمہارے منہ پر" تم کا لفظ سنا۔ تو تمہارا دے بچے ادھیڑ دوں گا۔ یہ پہلا سبق تھا جو مجھے دیا گیا۔ اور میں نے "تم" کی بجائے "آپ" کہنا شروع کر دیا۔ پہلی دفعہ جب میں نے "آپ" کہا تو یوں معلوم ہوا۔ جیسے میں نے کسی کو گالی دی ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اس کی عادت پڑ گئی۔ میاں بشیر احمد صاحب ذرا چھوٹے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "تو" کہا کرتے تھے اگرچہ یہ باتیں تلخ تھیں

مگر میرے لئے بعض باتوں سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوئیں۔

اب میں دیکھتا ہوں

کہ ہمارے خاندان کے بعض لڑکوں کی داڑھیاں تقریباً منڈی ہوئی ہوتی ہیں اور سوٹ پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں ان کو صاحبزادہ نہیں کہنا چاہیئے آخر ہمارے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت زیادہ ہے یا ان کی نسل کی عزت زیادہ ہے اگر تم میں صرف بیدار مجسٹر محبوب صاحب جیسی ہمت نہیں تو کم از کم جب انہیں ایسا کرتے دیکھو تو ان سے منہ پھیر لو اور کہو کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہوتے ہوئے

ہمارے سامنے برا نمونہ پیش کرتے ہو

اور ایسا کرتے چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔ میں اپنے اندر ہمت پیدا کرو اگر تم دوسرے پر انگلی اٹھاؤ گے۔ تو پھر تم اپنی بھی اصلاح کر لو گے۔ جب میں کوئٹہ میں تھا تو وہاں اخبار نویسوں کی ایک دعوت تھی۔ ان میں ایک احمدی بھی تھے جن کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ اب بھی وہ نمائندہ بن کر یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اور ایک داڑھی والے تھے۔ وہ داڑھی والے اخبار نویس کہنے لگے میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ خواہ آپ کو بری لگے۔ چنانچہ انہوں نے احمدی نمائندہ کی منڈی ہوئی داڑھی پر اعتراض کیا۔

پہلے احمدیوں کی اور بات تھی

اب اور ہے۔ اب اتنی داڑھیاں نہیں رہیں جتنی پہلے تھیں۔ خیر اپنے گھر کی تو اور بات ہوتی ہے۔ میں بھی اپنی اولاد کو برا بھلا کہہ رہا ہوں۔ لیکن دوسرے کے منہ سے کس کو غیرت آتی ہے۔ میں نے اسے کہا اور دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں ہم اب بھی داڑھی رکھنے والوں کی نسبت زیادہ ہے۔ ہمارے دس آدمیوں میں سے اگر ایک کی داڑھی نہیں ہوتی تو آپ کے دس آدمیوں میں سے صرف ایک کی داڑھی ہوتی ہے۔ اس نے کہا ہاں نسبتی فرق تو اب بھی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آخر داڑھی رکھنے میں کیا روک ہے اور داڑھی نہ رکھنے میں کیا فائدہ ہے۔ داڑھی رکھنے میں مشکل ہی کیا ہے تم بتاؤ کہ داڑھی منڈوانے میں کیا خوبی ہے۔ یا کترا کترا کر نیچے سے بنانے میں کیا خوبی ہے آخر جیسے میں تمہیں علم سکھاتا ہوں تمہارا بھی فرض ہے کہ اگر کوئی نئی بات تمہیں معلوم ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تمہیں روزانہ کئی باتیں سکھاتا ہوں۔

تمہارا بھی فرض ہے

کہ اگر تمہیں کوئی نیا نکتہ مل جائے۔ تو مجھے بتا دیں میں اس پر عمل کروں یا نہ کروں۔ کم از کم میرا دماغ تو روشن ہو جائے گا۔ چونکہ یہ مجلس اصلاحی ہے اس لئے تم بتاؤ کہ داڑھی منڈانے یا کترا کترا کر نیچے سے بنانے میں کیا فائدہ ہے۔ میں اب تقریر تھوڑی دیر کے لئے بند کر دیتا ہوں اگر تمہاری نظر میں داڑھی منڈانے کا کوئی فائدہ ہو تو مجھے بتاؤ۔

اس موقعہ پر حضور نے تھوڑی دیر کے لئے جواب کا انتظار کیا تو ایک نوجوان نے کہا۔ کہ داڑھی رکھی جائے تو پسند نہیں آتی حضور نے فرمایا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ خراب ذوق کے مریض تھے اس پر وہ شخص شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ حضور نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ بات یہ ہے "من حرامی حجتاں ڈھیر"۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا وہ ادب دلوں میں نہیں رہا جو پہلے تھا۔ اگر تم داڑھی رکھ لوگے تو کیا ہوگا۔ صرف یہی کہ لوگ تم پر ہنسیں گے۔ اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ وہ تم پر ہنستے ہیں۔ کامیابی کے آخر آثار ہوتے ہیں تم اپنے اندر کامیاب ہونے والوں کا سا رنگ پیدا کرو۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ لوگ تمہیں تمسخر کا نشانہ بنائیں گے اور کیا کریں گے

اس موقعہ پر حضور نے مسٹر عبدالشکور کنزے (جرمن نومسلم) کو جنہوں نے داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ سٹیج پر کھڑا کیا اور ان سے دریافت کیا کہ تمہاری سات پشت تک کسی نے داڑھی رکھی ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ اس پر حضور نے خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

تمہیں شرم نہیں آتی۔ ایک غیر قوم کا آدمی داڑھی رکھتا ہے۔ لیکن تم داڑھی نہیں رکھتے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اب مسلمان ہو گیا ہوں۔ اسلئے

میں داڑھی رکھوں گا

لیکن تمہیں کچھ احساس نہیں۔ سب سے پہلے انگریزوں نے داڑھی منڈانی شروع کی تھی۔ ان میں سے بشیر احمد آرچرڈ جو اب ہمارے مبلغ ہیں۔ مسلمان ہوئے اور انہوں نے داڑھی رکھی۔ مسٹر کنزے کی داڑھی کے بال تو سیاہ ہیں لیکن بشیر احمد آرچرڈ کی داڑھی کے بال بھورے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے گویا مکئی کے بھٹے کے بال اتار کر لگا دیئے گئے ہیں لیکن وہ داڑھی رکھتے ہیں۔ پھر انہیں انگریز بیوی بھی مل گئی ہے۔ انگریزوں کے ہاں کورٹ شپ ہوتی ہے اور اس کے بغیر وہ سمجھتے ہیں گویا نکاح ہی نہیں ہوتا۔ ہم نے لڑکی کے والد سے کہلا

اب یہ رسم ختم کرو۔ تو انہوں نے کہا بہت اچھا۔ وہ خاندانی آدمی تھے صحت کی خرابی کی وجہ سے انہوں نے ملازمت چھوڑ دی ہے۔ اور اب ایک فارم لیا ہوا ہے اس سے بھی کافی آمد ہے۔ انہوں نے بڑی بہادری سے کہا اچھا کورٹ شپ نہیں ہوگی۔ ہم نے کہا لڑکی کو باوجود منگنی کے لڑکے سے علیحدہ ملنا نہیں ہوگا۔ ان کے ہاں منگنی کے بعد میاں بیوی والے تعلقات بھی ہو سکتے ہیں۔ مجھے جب یہ خبر آئی کہ انہوں نے کورٹ شپ کی اجازت نہیں دی تو میں نے خیال کیا انہیں ایک نیکی کی توفیق ملی ہے۔ اب دوسری نیکی کی بھی توفیق ملے گی۔ اب

میں نے ان کا فوٹو دیکھا

تو معلوم ہوا کہ ان کی اپنے داماد سے بھی بڑی داڑھی ہے۔ اسی طرح آئندہ لوگ داڑھی رکھنے لگ جائیں گے۔ فرانس میں ۲۰ میں سے ایک آدمی نے داڑھی رکھی ہوئی ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو سب سے زیادہ شوق برنارڈ شا کی کتابیں پڑھنے کا ہے اس کی بھی داڑھی تھی۔ غرض جن لوگوں کے اندر برتری کا احساس ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم دوسروں کی کیوں نقل کریں۔ وہ دوسروں کی بالکل پرواہ نہیں کرتے پس تم پر اسلامی احکام پر عمل کرنا زیادہ واجب ہے۔

تمہیں اپنے اندر

یہ جرأت پیدا کرنی چاہیئے

کہ لوگ کہیں کہ تم میں فلاں خرابی ہے اور تم اسے برداشت کرو اور پھر اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔ جب کوئی اپنی اصلاح کرے گا تو لازمی بات ہے کہ وہ دوسرے کی بھی اصلاح کرے گا۔ جب تک تم میں دیوانگی پیدا نہیں ہوتی تم کامیاب کیسے ہو سکتے ہو۔ دیوانگی کے بغیر کامیابی نہیں ہوا کرتی۔

انبیاء کی جماعتوں کو دیکھ لو

لوگ انہیں دیوانے کہا کرتے ہیں۔ لیکن کیا وہ دیوانے ہوتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کو دیوانہ کہا گیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ماننے والوں کو دیوانہ کہا گیا۔ ایسا کیوں ہوا۔ محض اسی لئے کہ وہ سوسائٹی کی بات نہیں مانتے تھے لوگ حیران ہوتے ہیں کہ

آخر کیا بات ہے

کہ انہوں نے ایسی شکل بنا لی ہے۔ اور سوسائٹی کی بات نہیں مانتے۔ یقیناً یہ دیوانگی کا اثر ہے۔ قرآن کریم میں ان کی غیرت کا یہ حال آتا ہے کہ وہ کہتے ہیں یہ رسول جس کہتا

ہے کہ تم اپنا مال یوں نہ خرچ کرو۔ بھلا ہمارے مال میں اسے دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارا اپنا مال ہے جس طرح ہم چاہیں اسے استعمال کریں۔ مثلاً سود ہے۔ یہ کہتا ہے سود نہ لیا کرو۔ بھلا اس کی یہ بات ہم مان سکتے ہیں۔ ہمارا مال ہے جسے چاہیں دیں اور جس طرح چاہیں دیں۔ اس کا مذہب سے کیا واسطہ۔ لیکن کیا تمہارے نزدیک ان کی یہ دلیل ٹھیک ہے۔ یہی چیزیں انہیں عجیب نظر آتی تھیں کہ مال کسی کا اور دینے والا کوئی۔ رسول کریم ہیں

دخل دینے کی کیا ضرورت ہے

یہ یقیناً دیوانہ ہے مگر انبیاء اور ان کی جماعتیں ہی جنہیں لوگ دیوانہ کہتے تھے فتح پاتی رہیں۔ غرض دیوانگی کے بغیر کوئی قوم جیت نہیں سکتی۔ تم احمدی ہو گئے ہو۔ اب تم داڑھی تو کیا بھویں بھی منڈوا لو۔ بلکہ سر سے لے کر پاؤں تک انگریز بن جاؤ۔ پھر بھی تمہاری مخالفت ضرور ہوگی۔ اگر تمہیں اپنی مخالفت کا ڈر تھا تو یہ مصیبت کیوں سہیڑی۔ تم کہتے ہو یہ مصیبت ہم نے اس لئے سہیڑی تھی کہ تا اسلام کی حکومت قائم ہو جائے۔ ہم بدعمل ہی سہی لیکن اسلام سے ہمیں محبت ہے اور ہم اسلام کی حکومت ضرور قائم کریں گے۔ یہ سارے مصائب ہم اس لئے برداشت کر رہے ہیں کہ

اسلام کو ہم نے غالب کرنا ہے

اب تم ہی بتاؤ کہ تمہارے اس دعویٰ میں کہاں تک سچائی پائی جاتی ہے کیا تم میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے تم دنیا میں اسلام کو غالب کر سکتے ہو۔ آخر وہ کون سی چیز ہے جس سے لوگ جیتتے ہیں۔ مثلاً تعداد ہے۔ تعداد بڑھنے کے ساتھ بھی قومیں جیتا کرتی ہیں۔ لیکن تمہاری کتنی تعداد ہے۔ اور کس حساب سے تمہاری تعداد بڑھ رہی ہے۔ الفضل میں شائع ہوتا ہے کہ خدا تعالے کے فضل سے اس ماہ ۲۰۰ افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے بے شک یہ خدا تعالے کا فضل ہے۔ لیکن کیا اس فضل سے تم جیت جاؤ گے اگر ایک ماہ میں ۲۰۰ احمدی ہوں تو

اس کا مطلب یہ ہوگا

کہ سال بھر میں صرف ۲۴۰۰ احمدی ہوں گے۔ دس سال میں ۲۴۰۰۰ احمدی ہوں گے۔ اور ایک ہزار سال میں صرف ۲۴۰۰۰۰۰ کی زیادتی ہوگی۔ لیکن ہزار سال تک کوئی قوم زندہ بھی رہی ہے۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہزار سال تک زندہ رہی ہے یا کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ہزار سال تک زندہ رہی ہے یا کیا خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہزار سال تک زندہ رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس عرصہ میں کوئی اور مامور من اللہ آجائے۔ جیتنے کے صرف یہی تین صدیاں ہوتی ہیں اور اگر رفتار ترقی یہی رہی تو اولاد کو ملا کر تم سو سال میں پانچ لاکھ اور ہو جاؤ گے اس تعداد کے

ساتھ تم دنیا میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہو۔ پھر دنیا کو فتح کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ لیکن تمہارے پاس روپیہ بھی نہیں کراچی کا ایک سیٹھ تمہاری سب جائدادیں خرید سکتا ہے۔ آخر تم کس چیز کے ساتھ کامیاب ہو گے جیتنے کے لئے جتھا کی ضرورت ہے جیتنے کے لئے مال کی ضرورت ہے۔ جیتنے کے لئے

عقل اور علم کی ضرورت ہے

اور ان میں سے کوئی بھی چیز تمہارے پاس نہیں۔ ہاں ایک اور چیز ہے جس سے تم جیت سکتے ہو اور وہ دیوانگی ہے۔ لیکن وہ بھی ابھی تم میں پیدا نہیں ہوئی۔ عقل کہتی ہے تم نے غالب آنا ہے تو جتھہ پیدا کرو لیکن جتھہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ صرف لاہور کی آبادی ۱۲ لاکھ کی ہے اور تمہاری تعداد قریباً تین لاکھ کی ہے۔ آخر تم فخر کس بات پر کرتے ہو۔ پھر مالی لحاظ سے

صدر انجمن احمدیہ کی حیثیت

ایک معمولی تاجر کی بھی نہیں لائل پور کے صرف ایک تاجر پر سات لاکھ روپیہ سالانہ ٹیکس لگتا ہے اور تم سب مل کر سات لاکھ روپیہ کتنی مشکل سے چندہ دیتے ہو۔ علم کہو تو تمہارے ایک مقابل پر دوسروں میں ہزار عالم نکلیں گے۔ پھر کیا چیز ہے جس کی بناء پر تم کامیاب ہو جاؤ گے تم ان سے روپیہ چھین نہیں سکتے اور نہ ان سے زیادہ روپیہ کما سکتے ہو۔ تم ان کا علم چھین نہیں سکتے اور نہ ہی اتنا علم سیکھ سکتے ہو تم جتھہ کے لحاظ سے ان کو ماتحت نہیں کر سکتے۔ صرف ایک ہی چیز ہے جس کی وجہ سے تم کامیاب ہو سکتے ہو اور وہ جنون ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں یہ جنون پایا جاتا تھا اور وہ جیت گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم میں یہ جنون پایا جاتا تھا اور وہ جیت گئی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں بھی جنون تھا جس کی بناء پر وہ دنیا پر غالب آ گئے۔ اب

تمہیں بھی جنون ہی کامیاب کر سکتا ہے

لیکن تم نے اسے اپنے ہاتھوں کھو دیا ہے جنون کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ ہمارے ہاں ایک استانی تھی اس کا سر ہلا کرتا تھا وہ چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی کہ زلزلہ آیا۔ پاس والوں نے کہا زلزلہ آیا ہے۔ وہ کہنے لگی تم آرام سے بیٹھی رہو زلزلہ وغیرہ کوئی نہیں آیا صرف میرا سر ہلا ہے۔ یہ علامت ہے جنون کی۔ ایسا آدمی دوسرے کی پرواہ نہیں کرتا اور ہر جگہ اپنی بات سنا دیتا ہے اور موقعے بے موقعے لوگ اس کی بات سننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بے شک بعد میں کوئی بات ہو گی وہ اپنی سنا دے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے کہ ایک

مولوی کی بیوی پاگل ہو گئی۔ وہ شاہ پور کا رہنے والا تھا۔ اس نے اپنی پاگل بیوی سے تنگ آ کر اپنا وطن چھوڑ دیا اور لاہور چلا گیا۔ چھ ماہ یا سال گذر گیا ایک دن وہ مولوی گھر آیا تو دیکھا کہ اس کی وہی پاگل بیوی اندر بیٹھی روٹیاں پکا رہی ہے۔

وہ بڑا حیران ہوا

پانچ سات دن کے بعد اس کی باتوں سے تنگ آ کر مولوی نے اسے طلاق دے دی اور لاہور سے بھاگ کر لکھنؤ چلا گیا وہاں تین چار سال تک رہا۔ ایک دن وہ گھر آیا تو دیکھا کہ پھر اس کی پاگل بیوی اندر بیٹھی روٹیاں پکا رہی ہے۔ مولوی نے کہا تم یہاں کیسے آ گئی ہو۔ میں تو تمہیں طلاق دے آیا تھا وہ کہنے لگی جب تک ہم دونوں کی منظوری نہ ہو طلاق کیسے ہو سکتی ہے میں نے منظوری دی نہیں طلاق کیسے ہو سکتی ہے۔ آخر وہ تنگ آ کر ہندوستان سے ہی باہر چلا گیا۔ اسی طرح جب مومن دیکھتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی بات سنی نہیں جاتی تو وہ پاگل ہو جاتا ہے اور آخر دنیا اس کی بات سننے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ غرض

یہی ایک طریق ہے

جسے اختیار کر کے تم کامیاب ہو سکتے ہو جب تک تم پاگلوں والا طریق اختیار نہیں کرتے اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تم یہ تو سوچتے ہو کہ اگر ہم نے چندہ دے دیا تو مالی میں کمی آ جائے گی تم میں سے نصف کے قریب نادہند ہیں پھر کئی ایسے ہیں جن سے کبھی چندہ ادا نہیں کرتے اور کئی کے ہمسائے چندہ ادا نہیں کرتے کسی چندہ دینے والے نے کبھی نادہند سے یہ نہیں پوچھا کہ تم چندہ کیوں نہیں دیتے تمہارے کوئی شخص پانچ روپے نہ دے تو شور مچا دیتے ہو مگر خدا تعالےٰ کے لئے اگر کوئی پانچ ہزار روپے بھی نہیں دیتا تو تمہیں اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ تم کہہ دیتے ہو کہ خدا تعالےٰ اس کا خود ذمہ دار ہے۔ لیکن اپنے روپے کے بارہ میں تم خود ذمہ دار بن جاتے ہو

نوجوانوں میں ہمت ہوتی ہے

اس لئے ان کا زیادہ فرض ہے کہ وہ خود بھی چندہ دیں اور دوسروں کو بھی چندہ دینے پر مجبور کریں اگر تمہارا باپ نادہند ہے تو کم از کم تم یہ تو کہہ سکتے ہو آپ میرے باپ ہیں اور میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ لیکن یہ کتنا ذلیل کام ہے جو آپ کرتے ہیں میں صرف خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت آپ کی عزت کرتا ہوں ورنہ جو کام آپ کرتے ہیں وہ ایسا نہیں کہ آپ کی عزت کی جائے۔ تمہارے اندر اگر جرأت ہو اور تم عقل سے کام لو تو تم یہ کام کر سکتے ہو صرف جنون کی ضرورت ہے۔ یہ جنون ہی تمہیں کامیاب

کرے گا جن لوگوں میں جنون ہو گا وہ دوسروں کو مجبور کر دیں گے کہ ان کی بات سنیں ان کی بات مانیں اور اس پر غور کریں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

مومن کو چاہیئے

کہ اگر وہ برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر اتنی بھی جرأت نہیں کہ اس کی برائی کو زبان کے ذریعہ روکے تو کم از کم دل میں برا منائے لیکن تم میں سے کتنے ہیں جو برائی دیکھ کر اسے دل میں بھی برا مناتے ہیں پھر یہ کیا ایمان ہے جس کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ انگلستان میں پردہ کا سوال اٹھا تو میں نے اپنے مبلغ کو کہلا بھیجا کہ اس ملک کے عادات ایسے ہیں کہ عورتیں پردہ کر ہی نہیں سکتیں مگر تم ہر نو مسلمہ سے یہ کہو کہ یہ اسلامی حکم ہے اور پردہ نہ کرنے کو دل میں برا مناؤ اور یہ ایمان رکھو کہ جہاں کہیں بھی پردہ کا موقعہ مل گیا تم پردہ کے حکم کو بجا لاؤ گی لیکن اگر

ان کے اندر یہ احساس پیدا ہو گیا

کہ پردہ اچھا نہیں تو وہ اس حکم کی اطاعت نہیں کریں گی اسی طرح دوسری شادی ہے تم ان کے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ دوسری شادی جائز ہے تا کہ وہ ان احکام کو اسلام کے بھی احکام مانیں اور ان کے اندر یہ احساس پیدا نہ ہو کہ یہ چیزیں غیر طبعی اور ناقابل قبول ہیں۔ غرض جب تک تم اپنے کاموں میں جنون کا سا رنگ پیدا نہ کرو گے تمہارے کام میں برکت نہیں پڑ سکتی اور بہت سی باتیں ہیں جن کے متعلق مجھے کچھ کہنا تھا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ کل بھی بولنا ہے اس لئے انہی باتوں پر اکتفا کرتا ہوں جن تمہارا پریذیڈنٹ اسی لئے بنا ہوں تا دیکھوں کہ میری ان باتوں کا تم پر اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر میں نے دیکھا کہ تم پر ان باتوں کا اثر نہیں تو میں اس تنظیم کو ختم کر دوں گا سینکڑوں آدمی تمہارے اس نمونہ کی وجہ سے احمدیت میں داخل ہونے سے رک گئے ہیں۔ بعض نوجوانوں میں وہی آوارہ گردیاں پائی جاتی ہیں وہی گانے ہیں وہی

اسلامی احکام سے تمسخر

پایا جاتا ہے۔ ابھی جب میں ربوہ آیا ہوں تو پرنسپل جامعہ احمدیہ نے مجھے ایک چٹھی لکھی لیکن دیکھو انسان کی جب حالت گر جاتی ہے تو اس کی اخلاقی حالت کیا ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں جب میں بورڈنگ گیا تو لڑکے شور مچا رہے تھے اگر لڑکے

شور مچا رہے تھے تو کوئی بات نہیں لیکن آگے کیا ہوتا ہے یہ تو دیکھنے والی بات ہے جو

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ

فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ فلاں مولوی صاحب نے نکاح پر نکاح پڑھا دیا ہے میں نے کہا وہ مولوی صاحب میرے اچھے واقف ہیں مجھے تو تمہاری بات پر یقین نہیں آتا تو مولوی صاحب سے خود پوچھ لیں۔ دو چار دن کے بعد وہ مولوی صاحب میرے پاس آئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب مجھے تو یقین ہے کہ آپ نے ایسا نہیں کیا مگر چونکہ لوگ کہتے ہیں اس لئے آپ بتائیں کہ اس نکاح کے متعلق کیا بات ہے وہ کہنے لگے آپ پہلے مجھ سے پوچھ لیتے

”نمبردار نے چڑھی چڑھا دو روپیہ میرے ہاتھ پر رکھ دیا تو میں کیا کرتا“

پرنسپل صاحب کہتے ہیں کہ میں نے دونوں مانیٹروں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے وہ کہنے لگے ایسا تو روز ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر وہ ہی اوراق کے نگران ہوتے تو اس چیز کو دور کرتے مثلاً ان میں ایک جتھا بیرا بھی ہے ہو سکتا ہے کہ پرنسپل اسے سزا دیتا اور وہ میرے کان بھرتا میں افسر ہوں۔ ہو سکتا تھا کہ میں غلطی کرتا اور اسے نکال دیتا لیکن ہو کیا جاتا اگر وہ لڑکے پوری طرح ایمان دار ہوتے تو کہتے ہو جانے دو جو کچھ ہوتا ہے۔ لیکن

ہم نے قانون پر عمل کرانا ہے

لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا یہ تو چڑی پھٹنے والے روپے والی بات ہے پرنسپل صاحب کو خیال تک نہ آیا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے اور ٹیوٹروں کی یہ عجیب ایمانی ہے کہ انہوں نے لڑکوں کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی نہ کی۔ اس نقص کا بہرحال کوئی علاج کیا جائے گا۔ میں نے عزم کر لیا ہے کہ ایسے لڑکوں کو سکول سے نکال دوں تمہارے اندر اگر ایمان ہوتا تو خدا اور رسول کے مقابل میں خواہ ساری دنیا ناراض ہو جاتی تمہیں اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ تم اگر مجھ سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتے ہو تو

میں بہرحال انسان ہوں

اور غلطی کر سکتا ہوں لیکن اگر تم دوسرے کا حق چھین لیتے ہو تو اس کے بدلہ میں تم جہنم میں جاؤ گے بھلا یہ بھی کوئی طریق ہے کہ چونکہ پچاس روپیہ ماہوار کی نوکری جاتی رہے گی۔ اس لئے ہم لڑکوں کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ حالانکہ تم

صحیح طریق پر چل کر ہی کامیاب ہو سکتے ہو جب تک تم چالبازی کرتے رہو گے جب تک تم بے ایمانی کرتے رہو گے جب تک تم اپنی روٹی کی فکر کرو گے اس وقت تک تم خدا تعالےٰ کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے اور جب تک تم

خدا تعالےٰ کی رضا

حاصل نہیں کرتے سلسلہ کا مفید وجود نہیں بن سکتے اور نہ ہی کوئی کارنامہ کر سکتے ہو مگر بہادر شیر کی طرح فتح حاصل نہیں کر سکتے میری ان باتوں کو سوچو اگر یہ باتیں غلط ہیں تو غور کرنے کے بعد میرے پاس کوئی ایسی مثال پیش کرو کہ فلاں جگہ پر فلاں جماعت بے دینی کے ذریعہ جیت گئی۔ انبیاء کی جماعتوں کی فلاں قوم کے نبی کو اس نے ذکر اختیار کر لیا۔ فلاں نبی کی قوم نے نوکریوں کی خاطر اپنے فرائض کو چھوڑ دیا۔ اگر تم نے کوئی ایسی مثال پیش کر دی تو میں مان لوں گا کہ قومیں بے دینی اختیار کر کے بھی جیت سکتی ہیں تم مجھے بتاؤ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے لوگوں سے ڈر کر ان کا دین اختیار کر لیا اور وہ جیت گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بے دینی اختیار کر لی پھر بھی وہ جیت گئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اپنے فرائض کو ترک کر دیا۔ اور وہ بھی جیت گئے۔ اگر

تم کوئی ایسی مثال پیش کر دو

تو میں تمہاری بات مان لوں گا اور اگر ایسی کوئی مثال نہیں پائی جاتی تو پھر خدام الاحمدیہ ہی تمہارا ریڈیو ہے۔ یہی تمہارا سینما ہے جب تم یہ رنگ اختیار کر جاؤ گے تو دنیا بے شک تمہارا تمسخر اڑائے آسمان پر فرشتے تمہاری تحسین کریں گے اور جب آسمان پر فرشتے تمہاری تحسین کرنے لگ جائیں گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے کامیابی کا صرف یہی طریق ہے گو دنیا تمہارا بے شک تمسخر اڑائے لیکن آسمان پر فرشتے تمہاری تعریف کرنے لگ جائیں۔ (الفضل ۲۲ اگست ۶۲ء)

تزئین بہشتی مقبرہ

کے لئے محترم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر نے مبلغ ۲۰/- روپیہ کی رقم ارسال فرماتے ہوئے صحت کی درخواست کی ہے۔ موصوف ایک عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ اور چونکہ جماعتی کاموں کی انجام دہی میں آپ علاقہ دکن میں تبلیغی نظام کو وسیع کرنے میں موصوف نے ہمیشہ متعدد بار مساعی کی ہے۔ اس لئے موصوف اور بھی زیادہ دعاؤں کے محتاج ہیں احباب انہیں اپنی خاص دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

جماعت احمدیہ کوٹلی کالابن کا تبلیغی جلسہ

از مکرم شیخ حمید اللہ صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ

جماعت احمدیہ کالابن کا تبلیغی جلسہ بتاریخ ۱۳ ۸/۶۲ خاکسار کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اردگرد کی جماعتوں کے احباب کے علاوہ بعض غیر احمدی دوست بھی تشریف لائے۔ مستورات کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ وہ بھی اس جلسہ میں شامل ہوئیں

تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد پہلی تقریر مکرم مولوی بشیر احمد صاحب پردیسی نے کی۔ آپ نے صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلائل کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت اقدس اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ دوسری تقریر مکرم مولوی غلام حسین صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کالابن نے کی۔ آپ کی تقریر کا بھی عنوان صداقت مسیح موعود علیہ السلام تھا آپ نے احادیث سے ثابت کیا کہ حضرت اقدس کا دعوےٰ سچا ہے۔

تیسری تقریر مکرم مولوی نور الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بڈھالوں نے کی۔ آپ کی تقریر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ہوئی۔ چوتھی تقریر مکرم میاں فضل الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کالابن نے فرمائی۔ آپ نے وفات مسیح کو از روئے نقل دلائل پیش کیا۔ پانچویں تقریر خاکسار نے (صداقت اسلام) کے موضوع پر کی۔ خاکسار نے اسلام کی صداقت کے لئے زندہ خدا۔ زندہ رسول۔ زندہ کتاب کو پیش کیا۔ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اسلام کی صداقت کے لئے بطور نشان پیش کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئیاں جو آنے والے موعود کے لئے قبل از وقت ارشاد فرمائی تھیں۔ باوضاحت پیش کیں اور قرآن کریم کے مفائق و معارف جو اس زمانہ میں کھلے بیان پیش کئے۔ بعد دعا یہ جلسہ برخواست ہوا۔

فالحمد للہ علےٰ ذالک

درخواستہائے دعا

(۱) گذشتہ ایک ماہ سے میرے والد محترم جناب مولوی سید غلام احمد صاحب مرض سرطان میں بیمار ہو گئے ہیں۔ حالت تشویشناک ہو گئی تھی۔ اگرچہ اب حالت خطرے سے باہر ہے۔ مگر بوجہ ضعف عمری اور بیماری کے باعث کمزور ہو گئے ہیں۔ نیز میری چھوٹی بہن عزیزہ مسعودہ بیگم سلمہا بھی شدید بخار سے بیمار ہو گئی ہے۔ نیز میرا چھوٹا بھائی عزیز شاہد احمد سلمہ کو بھی عرصہ دو ماہ سے پھوڑے پھنسی کی تکلیف ہے۔ نیز میری والدہ صاحبہ بھی عرصہ دراز سے پھیپھڑے کی بیماری سے بیمار ہیں۔ ان کے لئے نیز اس خادمہ کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو روحانی اور جسمانی امراض سے کامل و عاجل شفا بخشے۔ خادمہ رضیہ بیگم احمدی زوجہ مولوی فضل عمر صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ سونگڑہ کٹک۔

(۲) مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل یادگیری تا حال علیل ہیں۔ گو پہلے کی نسبت افاقہ ہے لیکن کمزوری بہت ہے۔ احباب جماعت اپنے اس مخلص خادم احمدیت بھائی کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ ان کو اپنے فضل سے کامل و عاجل صحت عطا فرمائے۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

(۳) میرے منجھلے بھائی ملک حمید الدین صاحب ماسٹر متعلم لیاقت بورڈ ہائی سکول ناب شاہ ۹۲۱/۸۰۰ نمبر حاصل کر کے ضلع بھر میں اول اور سندھ سیکنڈری بورڈ میں چوتھی پوزیشن پر کامیاب ہوئے ہیں اور میری پھوپھی زاد ہمشیرہ ملک امۃ المجیب صاحبہ ایف ایس سی کے امتحان میں ۵۵۲ نمبر حاصل کر کے فرسٹ ڈویژن میں اور اپنے کالج میں اول آئی ہیں۔ دوم کے اکاون نمبر کم ہیں۔ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کامیابیوں کو مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین۔ ہمشیرہ مسعودہ اور عزیزہ ہمشیرہ نزہت سلطانہ کی صحت کے لئے بھی احباب دعا فرماویں۔

خاکسارہ آصفہ طیبہ ملک بنت ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے۔ قادیان

(۴) مکرم جناب سیٹھ محمد عبد الحی صاحب امیر جماعت احمدیہ یادگیر ایک عرصہ دراز سے مرض دمہ میں مبتلا ہیں۔ اور بغرض علاج اس وقت حیدرآباد آئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا احباب جماعت سے گذارش ہے کہ وہ سیٹھ صاحب موصوف کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ انہیں اس مرض سے نجات دے اور کامل صحت بخشے۔ آمین۔

طالب دعا احقر غلام قادر شرق نائب امیر جماعت احمدیہ سکندرآباد (دکن)

(۵) خاکسار کا لڑکا عزیز ایوب ناصر کو اچانک مرض [illegible] کا خطرہ ہے۔

ایک احمدی طالب علم کی نمایاں کامیابی

حیدرآباد۔ ۱۴ اگست۔ حسب معمول اس سال بھی میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں مجلس تعمیر ملت کے زیر اہتمام ایک تحریری مقابلہ ہوا۔ یہ مقابلہ کالج اور ہائی سکول کے طلباء کے لئے مخصوص تھا۔ اس مقابلہ میں ہندوستان کے اطراف سے طلباء شرکت کرتے ہیں۔

یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ اس دفعہ تحریری مقابلہ (کالج گروپ) میں ایک احمدی طالب علم بہادر جعفر علی صاحب اول آئے ہیں۔ مورخہ ۱۴ اگست ۶۲ء کو منعقدہ جلسہ سیرت النبی صلعم میں موصوف کو پہلا انعام مبلغ یکصد روپیہ ملا۔

بہادر جعفر علی صاحب عثمانیہ میڈیکل کالج (حیدرآباد) کے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس طالب علم ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کامیابی موصوف کے لئے اور سلسلہ کے لئے برکت کا موجب بنادے۔ آمین۔

خاکسار محمد عمر مالاباری مبلغ سلسلہ
مقیم احمدیہ جوبلی ہال افضل گنج
حیدرآباد دکن

ولادت اور درخواست دعا

مورخہ ۹/۶۲ ۱۹ کو اللہ تعالےٰ نے خاکسار کو پہلا لڑکا عطا فرمایا۔ احباب جماعت عزیز نومولود کی درازی عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

نیز خاکسار کی آنکھ میں ایک ماہ سے سرخی چلی آ رہی ہے۔ ہر چند علاج معالجہ سے کچھ افاقہ معلوم نہیں ہوا۔ احباب کرام خاکسار کی کامل صحت کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ خاکسار
قریشی محمد سلیمان واقف زندگی کشمیری
وزننگ ڈیم ضلع ہوشیارپور

عزیز [illegible] پر حملہ ہوا ہے۔ جو اس وقت بے بس اور صاحب فراش ہے۔ علاج جاری ہے۔ احباب کرام و بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان از راہ کرم درد مندانہ دعا فرماویں کہ مولا کریم محض اپنے فضل سے عزیز موصوف کو کامل صحت عطا کرے۔ آمین۔

خاکسار
منیر الدین خان احمدی سونگڑہ جماعت
بیکال اڑیسہ

پردہ – فطرت کے آئینے میں

(بقیہ صفحہ ۲)

کے زیورات بنے نے زمین میں کیوں دفن کر رکھے تھے؟" اس نے مجھے جاہل گردان کر کہا "اجی! آپ کیا جانتے ہیں۔ سونے کو تو لوگ سات پردوں میں رکھتے ہیں ——!" میں نے کہا "اور چور بھی تاک میں رہتے ہیں —— "

اس نے مجھے جاہل گردانا تھا اس لئے میری غیرت کو تازیانہ لگا اور میں نے اپنی معلومات کا رُعب گانٹھتے ہوئے کہا "بھئی! آپ کیا جانتے ہیں۔ جو کچھ میں جانتا ہوں میں نے تو قدرت کا یہ راز بھی جانا ہے کہ ہر قیمتی چیز پردوں میں مستور ہوتی ہے۔ آپ لوگ سونے کی بات کر رہے تھے۔ میں نے ملایا میں رینڈ گولڈ مائینس (Rand Gold Mines) دیکھی ہیں، جو پہاڑیوں کے ایک وسیع سلسلہ کے نیچے زمین کی گہرائیوں میں ہیں۔ اور ان گہرائیوں میں زمین کی نرم و گرم چھاتی سے چمٹا ہوا سونا نہایت باریک ذرات کی شکل میں پایا جاتا ہے کانوں میں سے مٹی اکھاڑ کر چھوٹی چھوٹی ٹرینوں کے ذریعہ سے باہر لائی جاتی ہے۔ اور بڑی بڑی ریفائینریز میں اسے صاف کر کے سونا الگ کیا جاتا ہے۔" ان میں سے ایک نے تعجب سے پوچھا "تو کیا وہاں سے ہر شخص مٹی اکھاڑ کر لا سکتا ہے؟" میں نے کہا "نہیں۔ وہاں مسلح سپاہی دن رات گشت کرتے رہتے ہیں" اس نے کہا "ہاں بھئی! قیمتی چیز جو ہوئی —— !" وہ قیمتی چیز پر مسلح پہرے کا قائل تھا —— !!

رات کو میں واپس گھر پہنچا تو میرا ایک بے تکلف دوست میرا مہمان اور منتظر تھا۔ علیک سلیک کے بعد میں کھانا تیار کروانے لگا۔ چونکہ سخت سردی کا موسم تھا اس لئے میں نے اپنے دوست کے لئے بستر لگا دیا۔ وہ رضائی میں گھس گیا اور رضائی کو ٹٹول کر ازراہ تفنن کہنے لگا "رضائی تو ریشمی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ تم نے ململ کے کپڑے کا غلاف چڑھا کر اس کی خوبصورتی کو مقفل اور ملفوف کر دیا ہے"۔ میں نے کہا۔ "یہی غلاف تو اس رضائی کی خوبصورتی اور پائداری کا ضامن ہے۔ جب میلا ہوا دھو لیا۔ اور رضائی ویسی کی ویسی اور نئی کی نئی" وہ تھا تو پڑھا لکھا اور بحث سا آدمی، لیکن نکتہ رس بھی تھا۔ میری اس دلیل کا فوراً قائل ہو گیا اور کہنے لگا "میں بھی واپس گھر جا کر اپنی ساری رضائیوں پر غلاف چڑھوا دوں گا"۔ کھانا کھا کر وہ اخبار پڑھنے لگا۔ یکایک

اس نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا اور کہنے لگا "دیکھو نا بھائی! کیا واہیات سی بات ہے" میں نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے اخبار کے ایک چھوٹے سے اشتہار پر انگلی رکھ کر اخبار میری طرف بڑھا دیا۔ وہ ایک "کرایہ کے لئے خالی مکان" کا اشتہار تھا۔ میں نے کہا مجھے تو اس میں کوئی بات قابل تعجب نظر نہیں آئی۔ وہ کہنے لگا "دیکھو تو ذرا۔ اشتہار میں بھی مولویت ٹھونس دی گئی ہے۔ لکھا ہے "بڑا باپردہ مکان ہے" بھلا یہ بھی مکانوں کی اقسام میں سے کوئی قسم ہے؟"

میں جانتا تھا کہ وہ پردے کا شدید مخالف ہے اور کئی بار مجھ سے اس مسئلہ پر بحث کر چکا تھا۔ لیکن آج میں کئی نئے ہتھیاروں سے لیس تھا اور میں انہیں اپنے ذہن میں ترتیب دینے لگا۔

مجھے خاموش پا کر اس نے ایک فاتحانہ سا قہقہہ لگایا اور مجھ پر چوٹ کی "بتاؤ بھی دوست! یہ پردہ کیا بلا ہوتی ہے؟!"

میں نے کہا "یہ بادام ہوتا ہے! یہ تربوز ہوتا ہے! یہ خربوزہ ہوتا ہے! یہ گردپوش ہوتا ہے! یہ دلہن کا گھونگھٹ ہوتا ہے! یہ سونے کی کان ہوتی ہے! اور یہ ریشمی رضائی کا غلاف ہوتا ہے جس کے ابھی ابھی تم قائل ہو چکے ہو!"

میرے پہلے جملے تو اس کے دائرہ فہم سے باہر تھے لیکن آخری اور ریشمی رضائی والا جملہ اسے مرعوب کر گیا لیکن عادتاً اپنی کٹ حجتی کو بروئے کار لا کر اس نے کہا "کیا مطلب؟" میں نے کہا "مطلب تو بالکل واضح ہے لیکن تم سمجھ کر بھی انجان بن رہے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم پردے کے نام تک سے بدکتے ہو اور اسی لئے طنز کا تیر تم نے میری طرف پھینکا تھا۔ لیکن میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم فطرت کے مظاہر کو کیا کرو گے؟ کتاب فطرت کا ہر ورق، ہر صفحہ، ہر سطر اور ہر لفظ تمہارے ضمیر سے اپیل کرتا ہے اور صبح و شام یہ سبق دیتا ہے کہ جس چیز کو تم محفوظ رکھنا چاہتے ہو اس پر کوئی خول، کوئی لفافہ اور کوئی غلاف چڑھاؤ —! اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی ہو اس کی اتنی ہی زیادہ حفاظت اور پردہ داری کرو۔ چھلکا اور مغز لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ اور کسی چیز کو تم دیرپا نہیں بنا سکتے جب تک تم اس کے لئے چھلکے کا انتظام نہیں کرتے—!"

اب میرا دوست میری باتوں میں دلچسپی لے رہا تھا اور میرے ہتھیار کارگر تھے۔ میں نے کہا "تم زبان سے تسلیم کرو یا نہ کرو، لیکن تمہاری فطرت اقرار کرتی ہے کہ ایسا ہونا چاہئیے اور اس کے ساتھ ہی تم غیر شعوری طور پر بھی، غیر ارادی طور پر بھی، اپنے عمل سے اسی کا مظاہرہ دن رات کرتے ہو"

اس نے پوچھا "وہ کیسے؟" میں نے کہا "وہ اس طرح کہ مثلاً انڈا زیادہ گرمی میں جلد خراب ہو جاتا ہے۔ تم اسے دیرپا بنانے کے لئے کئی نسخے استعمال کرتے ہو۔ تم اس پر پتلے گوند کی تہ چڑھا دیتے ہو یا اسے چونے کے پانی میں رکھ دیتے ہو۔ اور یہ اسی لئے کہ تم اسے دیرپا بنانا چاہتے ہو۔

"پھر تم اس امر پر یقین رکھتے ہو کہ لوہے کو بارش اور زنگ سے بچانے کیلئے اس پر روغن یا بلیک پالش کا ہونا ضروری ہے یا اس پر موٹے تیل یا گریس کی تہ ہونا ضروری ہے۔ یہ اسی لئے کہ تم اسے محفوظ رکھنا چاہتے ہو۔! پھر تم چاہتے ہو کہ تمہاری کتابیں مجلد ہوں۔ اور نہ صرف مجلد ہوں بلکہ الماریوں میں بند ہوں تاکہ گرد و غبار سے محفوظ رہیں۔ بچوں کی کتابوں میں تو تم اور بھی احتیاط سے کام لیتے ہو اور مجلد کروانے کے بعد ان پر اخبار و جبرہ کے کاغذ چڑھا دیتے ہو۔ اور یہی تمہارا عملی مظاہرہ ہے اس بات کا کہ تم خول کے قائل ہو۔!"

اب میرا دوست اثبات کے رنگ میں سر ہلا رہا تھا۔ میں نے کہا "پھر تم فطرت کا یہ مظاہرہ دیکھو کہ اس جہانِ رنگ و بو اور عالم ہست و بود میں جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ قدرت کی طرف سے بڑی احتیاط کے ساتھ ملفوف کی ہوئی ہوتی ہے۔ سنگترہ، مالٹا، کیلا، تربوز، خربوزہ، گیہوں، جو، چنے، چاول، مکی وغیرہ ہر شے ایک چھلکا رکھتی ہے جو اس کے مغز یا گودے کی حفاظت کرتا ہے۔ اس میں یہی سبق ہے کہ ہر دیرپا اور قیمتی شے کو ڈھک کر رکھو، ورنہ مکھیاں اسے گندہ کر دیں گی کیڑے اس کا مغز چاٹ جائیں گے اور دوسرے حشرات الارض اسے ختم کر دیں گے۔ یا نقصان پہنچائیں گے۔!"

"پھر تمہارا ضمیر اس امر کا بھی قائل ہے کہ جتنی کوئی چیز زیادہ قیمتی ہو اتنی ہی زیادہ نگہداشت کی محتاج ہوتی ہے۔ تمہارے پاس سائیکل ہے تو اسے معمولی سا تالا لگا دیتے ہو۔ تمہارے پاس موٹر کار ہے تو اسے گیراج میں بند کر کے مضبوط قفل لگاتے ہو روپے اور زیورات کو محفوظ کرنے کے لئے آہنی تجوریاں رکھتے ہو۔ بنکوں پر مسلح پہرے دار رکھتے ہو اور ٹکسالوں پر مسلح پولیس سے بھی مطمئن نہیں ہوتے بلکہ فوج کا سخت پہرہ رکھتے ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض معاملات میں تم اپنے ضمیر کی پکار کو ٹھکرا دیتے ہو!"

"اب دیکھو! میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کھانا لا کر تمہارے سامنے رکھا تھا، جو ایک کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ اگر اسے ڈھک کر نہ لایا جاتا تو تم مجھے خواہ زبان سے کچھ نہ کہتے لیکن دل ہی دل میں مجھے بے تمیز، بد تہذیب، اور خدا جانے کیا کیا کچھ خطاب دیتے لیکن میں تمہیں کیا خطاب دوں کہ تم اپنی سب سے قیمتی شے کے حق میں ان نظریات کے قائل نہیں ہو۔ یعنی اپنی عزت، عصمت اور ناموس کی حفاظت نہیں کرنا چاہتے!"

میرے اس فقرے سے میرے دوست کو جھٹکا سا لگا اور اس نے کہا "یعنی"؟

میں نے کہا یعنی یہ کہ وہ دیکھو سامنے ریڈیو سیٹ رکھا ہے۔ اس کا صرف بکس سا نظر آ رہا ہے جسے کیبنٹ کہتے ہیں اور اصل ریڈیو ریسیور اس کے اندر ہے۔ اگر یہ کیبنٹ نہ بھی ہوتی تب بھی ریڈیو ریسیور اپنی ذات میں مکمل تھا اور مکمل ہے۔ اگر میں تمہارے سامنے کیبنٹ کو الگ کر دوں اور سوئچ آن کر کے چلاؤں تو تم دیکھو گے کہ اس کے چلنے میں، اس کے بولنے میں، اس کی آوازیں اور سٹیشن کیچ کرنے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اب تم بتاؤ کہ کیا یہ کیبنٹ بے مصرف چیز ہے؟"

اس نے کہا "نہیں۔ اس سے سیٹ محفوظ رہتا ہے"۔ میں نے کہا "یہی تو میں تم سے کہہ رہا تھا۔ اسی کا نام پردہ ہے، جس سے تم اس قدر بدکتے ہو اور یہی فطرت کی آواز ہے جسے ایک کے سوا باقی تمام امور میں تم تسلیم کرتے اور اس پر عمل کرتے ہو؟"

اس نے کہا "شاید تم ان مثالوں سے مجھے اسلامی پردے کی طرف لا رہے ہو"۔ میں نے کہا "اسلامی پردے کی طرف یا فطرت کی طرف۔ بات ایک ہی ہے۔ اسلام کیا ہے؟! اسلام تو صرف فطرت کی لغات ہے۔ جس میں موز فطرت کے حامل تمام الفاظ کے معانی درج ہیں۔ اور اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو فطرت صحیحہ سے متضاد ہو اور فطرتِ صحیحہ کی پکار ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسانی ضمیر کی دہلیز پر دستک دیتی ہے۔ اور یہ اسی ضمیر کی صدائے بازگشت ہے کہ پردے کے غیر قائلین میں بھی شرمانے لجانے اور گھونگھٹ نکالنے کی رسم موجود ہے اور وہ زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں اپنے غیر شعوری عمل سے اس کی تصدیق کریں گے۔؟"

اس نے کہا "اب چھوڑو۔ مجھے نیند آ رہی ہے"۔ میں نے کہا "نیند آ رہی ہے یا پھر شاید تم تکئے میں لیٹ کر میری ان باتوں کا ردّ عمل اپنے ضمیر کی زبان سے سننا چاہتے ہو۔ اچھا لیٹ جاؤ لیکن ان الفاظ کو بار بار یاد کرتے رہنا قیمتی چیز، خول، غلاف، چھلکا، لفافہ —— اور —— فطرت کی پکار ——!"

منقولات

آچاریہ ونوبا بھاوے کی کتاب "روح القرآن"

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

از جناب چوہدری محمد شفیع صاحب سابق ممبر پارلیمنٹ

نوٹ: مضمون نگار کی ہر بات سے اتفاق ضروری نہیں (بدر)

چند روز ہوئے پاکستان کے بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ حکومت پاکستان نے آچاریہ ونوبا بھاوے جی کو مشرقی پاکستان کے ایک ایسے حصہ سے گزرنے کی اجازت دے دی ہے جو آسام سے واپسی پر ان کے راستہ میں پڑتا تھا۔ یہ حسن اتفاق تھا مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ انہی اخبارات نے اپنے کالموں میں اس اجازت کے خلاف لکھنا شروع کر دیا۔ اگرچہ حکومت پاکستان نے ان کے اعتراضات کو مسترد کر دیا مگر وہاں سے جاری کئے گئے کسی ایک بیان کی بناء پر پھر ہر ایک نے اس کی آڑ لے کر ونوبا جی کے خلاف ہنگامہ بپا کرنے لگے حالانکہ وہ بیان جو کسی ایسے شخص نے دیا ہے جس کو خود ونوبا جی کے مرتب کردہ مجموعہ "روح القرآن" کا اندازہ نہیں کہ اس میں کیا ہے۔ غلط فہمی کا موجب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایڈیٹڈ (Edited) ری ارینجڈ (Rearranged) اور امینڈیڈ (Amended) ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو خلاف واقع ہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ محض ایک اخباری بیان کے چند الفاظ کو لے کر کوئی ذی شعور انسان ایک کتاب کے بارے میں کیسے تنقید کرنا جائز سمجھتا ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ حقیقت معلوم کرنے کی جانب اگر ان اخبارات نے توجہ نہیں دی تو حکومت پاکستان کا یہ فرض تھا کہ وہ سب سے پہلے ادھر توجہ دیتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ونوبا جی کا زیر بحث مجموعہ انتخاب ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ اور نہ پاکستان کے اخبارات نے دیکھا ہے اور نہ حکومت پاکستان کے مطالعہ سے وہ گزرا ہے تو پھر ان مزعومہ اعتراضات اور گمراہ کن پراپیگنڈے سے کیا مطلب؟ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے یہ صحیح ہے کہ ونوبا جی نے قرآن شریف کی آیات کا ترجمہ انتخاب کیا ہے۔ مگر یہ سراسر بے بنیاد ہے۔ اور بہتان عظیم ہے کہ انہوں نے قرآن شریف کو نئے سرے سے ترتیب دیا ہے۔ یا اپنی طرف سے ترجمہ کیا ہے یا اس میں تحریف و ترمیم کی ہے۔

محترم ونوبا جی کے بارے میں غالباً کم معلومات بھی اس مخالفانہ پراپیگنڈے کا ایک موجب ہے۔ اس سلسلہ میں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ قرآن شریف کی تفہیم میں ونوبا جی کا منبع علم جہاں تک ہے سب سے پہلے بعض لوگوں کے لئے یہ امر حیران کن ہو کہ ونوبا جی عربی زبان جانتے ہیں اور انہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اسے پڑھا ہے اور وہ آیات قرآن کا مفہوم بھی براہ راست عربی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ نیز قرآن شریف کی قرأت اور تجوید کے فن میں بھی انہیں کافی مہارت ہے چنانچہ آج سے قریباً بیس سال قبل آل انڈیا ریڈیو پر جناب قاری محمد یوسف صاحب کی تلاوت وہ بڑے ذوق شوق اور پابندی سے سنا کرتے تھے اور عربی زبان کے صحیح تلفظ اور قرأت آموزی کو وہ خاص طور پر ملحوظ رکھا کرتے تھے یہ آج سے بیس سال پہلے کی بات ہے جب وہ قرآن مجید کا گہرا مطالعہ کرنے میں مصروف تھے۔

ونوبا جی کا یہ مجموعہ انتخاب جس کا نام "روح القرآن" رکھا گیا ہے غالباً آئندہ ماہ ستمبر میں چھپ جائے گا۔ یہ بھی قرآن شریف کے اس گہرے شغف اور مطالعہ کا نتیجہ ہے جو گذشتہ سالہا سال سے ان کا وظیفہ حیات رہا ہے۔ وہ اپنے مطالعہ پر جس طرح انہوں نے گیتا کے اشلوک کا ایک منتخب مجموعہ "گیتا پروچن" کے نام سے کئی سال ہوئے شائع کیا تھا اسی طرح قرآن شریف کی آیات کا مجموعہ بھی "روح القرآن" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اور اس میں مختلف عنوانات کے تحت ان آیات شریف کو لیا گیا ہے۔ جو عصر حاضر کے درپیش مسائل کو حل کرنے اور انسان کو ذہنی الجھنوں اور پریشانیوں سے دور رکھنے میں ممد ثابت ہو سکتی ہیں۔ مثلاً توحید، رسالت، کتاب اللہ، اخلاقی تعلیمات، عبادات، جن میں فرائض پنجگانہ اور دیگر عبادات شامل ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ چند عنوانات ہیں جن کے تحت ونوبا جی نے قرآنی آیات کو یکجا کر دیا ہے۔ ترجمہ میں انہوں نے یہ احتیاط برتی ہے کہ اردو زبان میں انہوں نے مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الہند محمود الحسن کے تراجم استعمال کئے ہیں۔ اور انگریزی میں اس کا جو ایڈیشن "دی میسیج آف قرآن" (Message of Quran) کے نام سے شائع ہوگا اس میں مشہور انگریز مستشرق علامہ محمد مارماڈیوک پکتھال کا ترجمہ قرآن اپنایا ہے۔ یہ وہ تراجم ہیں جن کے مستند ہونے میں کسی کو بھی شک و شبہ نہیں۔ اور ان ہی تراجم کو انہوں نے روح القرآن کے ہندی، گجراتی، بنگالی، مراٹھی وغیرہ زبان کے مجوزہ ایڈیشنوں کی بنیاد ٹھہرایا ہے۔

"روح القرآن" مرتب کرنے میں ونوبا جی نے عمومی اعتبار سے کوئی نیا کام انجام نہیں دیا۔ اس سے پہلے بھی اس قسم کے بے شمار انتخابی مجموعے شائع ہو چکے ہیں [illegible] ایک خصوصی حیثیت حاصل ہے کہ ایک غیر مسلم قرآن شریف سے اپنی عقیدت مندی کا اظہار کر رہا ہے اور اس کی ابدی صداقتوں کو دنیا کے سامنے مختلف زبانوں میں پیش کر رہا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا آنریبل سید امیر علی مصنف اسپرٹ آف اسلام (Spirit of Islam) نے ایتھکس آف اسلام (Ethics of Islam) (اخلاقیات آف اسلام) کے نام سے اسی طرح کا ایک کتابچہ شائع کیا تھا جو انگریزی دانوں کے اندر بے حد مقبول ہوا۔ اور اسی طرح کا ایک مجموعہ "نسخۂ کیمیا" کے نام سے ہے۔ اور حال ہی میں دو نئے مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ایک کے مرتب علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب ہیں۔ اور دوسرے کے مرتب ریاست بہار کے ایک مولوی صاحب ہیں۔ ان دونوں کے نام یہ ہیں۔ کنز القرآن اور اعمال قرآنی۔

ان تمام کوششوں کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ قرآن شریف کا حقیقت افروز پیغام ان بندگان خدا تک ان منتخبہ مجموعوں کے ذریعہ پہنچایا جائے جو اپنی مستقل قسم کی مصروفیات اور مشکلات کے باعث پورے قرآن شریف کے پڑھنے اور اس کے مفاہیم کو یکجا کرنے کی استعداد نہیں رکھتے۔ اس طرح وہ آسانی کے ساتھ مستفید ہو سکیں گے۔ محترم ونوبا جی نے جس خلوص اور عقیدت مندی اور ہمدردی کے ساتھ قدم اٹھایا ہے۔ اسی کی ضرورت تھی کہ اس کا خیر مقدم بھی اسی خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ کیا جاتا۔ اس سے جناب ونوبا جی کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی صداقت کو دنیا کے سامنے پیش کریں کیا کوئی مسلمان اس کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے؟ اور جو مسلمان حائل ہو اس کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟ اور بغیر دیکھے، پرکھے اور جانچے فیصلہ دینا کہاں کا انصاف ہے؟

کیا یہ امر واقع نہیں ہے کہ مسلمان علماء اور فضلاء نے بھی اسی طرح ہندو دھرم کی مقدس کتابوں کو اردو، فارسی اور عربی زبان کا جامہ پہنایا ہے۔ اسے کون نہیں جانتا کہ شہنشاہ شاہجہان کے فرزند دارا شکوہ نے رامائن اور اپنشدوں کے ترجمے فارسی زبان میں کئے تھے۔ علامہ فیضی نے گیتا کا منظوم ترجمہ فارسی زبان میں سرگزی اوتار کے نام کیا تھا زمانہ حال میں گیتا کے جو ترجمے اردو زبان میں مسلمان فضلاء نے کئے ہیں۔ ان میں سے لاہور کے پروفیسر خواجہ دل محمد ایم۔ اے حیدرآباد دکن کے خلیفہ عبد الحکیم اور لکھنؤ کے نواب جعفر علی خاں اثر کے منظوم تراجم بے حد مشہور و مقبول ہیں۔ پنڈت سندر لال نے قرآن اور گیتا کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان دو عظیم الشان صحیفوں کے مشترک المعنی آیات اور اشلوک یکجا کئے گئے ہیں۔ آچاریہ ونوبا جی نے بھی اسی طرح روح القرآن اور گیتا پروچن دو الگ الگ کتابیں شائع کی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآن شریف اور گیتا کا نچوڑ عام فہم الفاظ میں کم فرصت اور کم تعلیم یافتہ انسانوں تک پہنچایا جائے تاکہ وہ بھی عالموں اور داناؤں کی طرح ان تعلیمات سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا سکیں۔ اور یہ امر بھی مد نظر رہنا چاہئے۔ کہ قرآن شریف اور کوئی بھی الہامی کتاب کسی خاص فرقہ کی ذاتی جائیداد نہیں ہے۔ ہر ایک انسان خدا کے کلام کا مخاطب ہے اور ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ [illegible] براہ راست [illegible] سمجھے اور دوسروں تک پہنچائے۔ (الجمعیۃ ۱۲ ۸/۶۱)

تصحیح

بدر مورخہ ۲۳ ۸/۶۱ کے صفحہ ۱ پر وصیت نمبر ۱۳۳۳۵ شائع ہوئی ہے۔ وصیت کنندہ کا نام غلطی سے دی محمد کی بجائے ولی محمد شائع ہو گیا ہے۔ احباب تصحیح فرمالیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

منقولات

احوال و کوائف

ونوبا بھاوے پاکستان میں

آج کل آچاریہ ونوبا بھاوے مشرقی پاکستان سے گزر رہے ہیں۔ آپ وہاں سے مغربی بنگال جانا چاہتے ہیں۔ کراچی کے اخبار ڈان نے حکومت پاکستان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ آچاریہ جی کو مشرقی پاکستان سے نہ گزرنے دے۔ نہ معلوم اس اخبار کے سر پر کونسا بھوت سوار ہوا۔ آچاریہ ونوبا یم کا گولا نے کر مشرقی پاکستان میں نہیں گئے۔ پھر ان سے ڈرنے کی کیا وجہ؟ حکومت پاکستان نے ایک پریس نوٹ میں کہا ہے کہ آچاریہ جی کا مشرقی پاکستان سے گزرنا کوئی سیاسی اہمیت نہیں رکھتا۔ انہیں مشرقی پاکستان سے گزرنے کی اس لئے اجازت دی گئی ہے تاکہ انہیں مغربی بنگال کے لئے دور دراز کا سفر طے نہ کرنا پڑے۔ ہمارے خیال میں بہتر تو یہ تھا کہ مشرقی پاکستان کے لیڈر آچاریہ جی کو قیام کرنے کا مشورہ دیتے اور ان کے تجربات سے فائدہ اُٹھاتے۔ آچاریہ جی کے بارے میں سب کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پاکستان کے بدخواہ ہیں یا وہ کسی بری نیت سے مشرقی پاکستان گئے ہیں۔ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ اپنے اخلاق کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں کرتا۔!

ونوبا کا ترجمہ قرآن

آچاریہ ونوبا بھاوے نے قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ یہ ترجمہ انگریزی ہندی اور اردو میں ہے۔ آپ اس ترجمہ کو مشرقی پاکستان لے جانا چاہتے تھے تاکہ پاکستان والے بھی اس ترجمے کی زیارت کر لیں۔ یہ ترجمہ غالباً قرآن کریم کا انتخاب ہے جو انھوں نے اپنے صوابدید کی بناء پر کیا ہے۔ لیکن پاکستان کے وزیر خارجہ محمد علی بوگرا نے کہا ہے کہ آچاریہ جی کو ان کا ترتیب دیا ہوا کلام پاک پاکستان لے جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی! قرآن پاک کے داخلہ پر امتناع ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر ان کا کیا ہوا ترجمہ غلط ہے تو ان کی غلطیوں کو ظاہر کرنا چاہیئے صحیح ہے تو اس کے داخلہ پر پابندی لگانا بے سود ہے۔ بلکہ کلام مجید کی بارگاہ میں گستاخی بھی ہے۔ وزیر داخلہ کو بتانا چاہیئے تھا کہ آخر ونوبا جی اپنے ساتھ اپنے ترجمے والا کلام پاک کیوں نہیں لے جا سکتے؟ کیا قرآن بھی کوئی قومی اور جغرافیائی کتاب ہے کہ اس کا ترجمہ ہندوستان میں تو اشاعت پذیر ہو اور پاکستان میں اس کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا جائے؟ کس سبب سے غیر قرآن کے ترجمہ کو مشرقی پاکستان نہ جانے دینا ہماری سمجھ میں اب تک نہیں

آیا۔

ہندوستانی تاریخ میں پہلی مثال

جہاں تک آچاریہ جی کے ترجمہ قرآن کا تعلق ہے ہمارے خیال میں انہوں نے پہلا قدم کر کے ہندوستانی تاریخ میں ایک مثال قائم کی ہے۔ مسلمانوں نے اپنے دور حکومت میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے ترجمے کئے۔ سنسکرت زبان سیکھی اور اس کی زبردست خدمت کو انجام دی۔ مسلمانوں نے گیتا کے بے شمار ترجمے کئے، جو منظوم بھی ہیں اور منثور بھی۔ یہ ترجمے فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ہیں۔ دہلی یونیورسٹی کی لائبریری میں گیتا کے ایسے ۲۸ ترجمے موجود ہیں۔ جو صرف مسلمانوں نے کئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اور ترجمے ہوں گے۔

رامائن اور مہابھارت کے عربی ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ جو ہیرونست کے عربوں نے کئے ہیں۔ لیکن ہندوؤں نے اپنی پوری تاریخ میں مسلمانوں کی مقدس کتابوں کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ قرآن کا سنسکرت میں ترجمہ کرنا تو کجا، ہندی میں بھی کوئی ترجمہ نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ دوسروں کے علوم سے چھوت چھات کرتے رہے۔ جب یہ مسلمانوں سے چھوت چھات کرتے ہیں تو ان کی کتابوں سے بدرجہ اولیٰ چھوت چھات کرنی چاہیئے۔ لیکن اب آچاریہ ونوبا بھاوے نے اس چھوت چھات کو توڑا ہے۔ اور پہلی دفعہ قرآن کی آیات کا انتخاب کر کے اُن کا ترجمہ تین زبانوں میں کیا ہے۔ یہ تو بعد میں دیکھا جائے گا کہ ان کا ترجمہ کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن قرآن کے ترجمے کے بارے میں ان کی یہ پہلی کوشش ہے جو آج منظر عام پر آئی ہے۔ اور الحمد للہ کہ مسلمانوں کے پیارے قرآن کو آج چکھا جا رہا ہے اگرچہ مسلمانوں کو کسی غیر مسلم کے ترجمے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ دنیا کی اکثر زندہ زبانوں میں اس کے ترجمے ہمیشہ سے شائع ہوتے رہے ہیں لیکن اس خیال سے کہ ہندوؤں کے ایک بزرگ نے بھی قرآن پر توجہ دی ہے ہمیں اس ترجمہ کا خیر مقدم کرنا چاہیئے البتہ یہ بات مطالعہ کے بعد معلوم ہوگی کہ ترجمہ کی صحت کا معیار کیا ہے اور وہ مسلمانوں میں کس حد تک مقبول ہو سکتا ہے۔ (الجمعیۃ ۸/۶۲ ۱۹)

قومی یکجہتی کا پانچ نکاتی پروگرام

قومی یکجہتی کمیٹی کی صدر محترمہ اندرا گاندھی ہیں اس کے اجلاس میں ایک پانچ نکاتی پروگرام منظور کیا گیا ہے۔ آپ دماغ پر زور ڈال کر سوچیے کہ اگر کانگرس کی کوئی کمیٹی قومی یکجہتی کے لئے پانچ نکاتی پروگرام منظور کرے گی تو وہ کیا ہوگا یا کیا ہونا چاہیئے؟ کم از کم آپ یہ تو سمجھیں گے کہ قومی یکجہتی کا مسئلہ جس قدر اہم ہے۔ اس کے لئے جو نکات بھی منظور کئے جائیں گے وہ بھی بڑے اہم ہوں گے اور اتنے اہم ہوں گے کہ جب وہ ہمارے سامنے آئیں گے تو ہمیں ان کو داد دینی پڑے گی۔ اور ہم ان لوگوں کو خراج تحسین پیش کریں گے جنہوں نے یہ نکات وضع کئے ہیں۔ لیکن جب یہ نکات ہمارے سامنے آئے تو ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ کمیٹی بھی ایام گزاری کر رہی ہے۔ اور اس کے ارکان کی عقل میں اس قدر محدود ہیں کہ ان میں گہرائی کے اندر جانے کی گنجائش ہی نہیں۔ اگر قومی یکجہتی کے لئے ایسے نکات بھی ہو سکتے ہیں جن کو کمیٹی نے وضع کر کے پیش کیا ہے تو مردوں سے بھی کو بھگانے کے لئے بھی بہت آسانی سے ایسے نکات وضع کئے جا سکتے ہیں۔ اور نکات ہی نکات میں اپنی تمام مشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے

یہ پانچ نکاتی پروگرام کیا ہے؟ اس کا شمار اس طرح کیا گیا ہے (۱) ریاستوں کے درمیان موسیقی۔ ناچ اور ڈراموں کی تقریبات منظم کی جائیں۔ یعنی مختلف صوبوں کے درمیان ناچ گانوں اور ڈراموں کا تبادلہ ہو اور ان کی تقریبات مل کر منائی جائیں (۲) شمالی ہند میں تامل زبان کی کلاسیں جاری کی جائیں۔ اگر ضرورت پڑے تو جنوبی ہند کی دوسری زبانیں بھی شمالی ہند میں رائج کی جائیں۔ ہندوستان کے مشہور مصنفوں سے بچوں کے لئے مختصر کہانیاں لکھوائی جائیں اور انہیں سستے داموں فروخت کیا جائے (۴) قومی تاریخ پر کتابیں لکھ کر شائع کرائی جائیں حضور شاہ وہ تاریخیں جن میں جنگ آزادی کا تذکرہ ہو (۵) قومی یکجہتی کمیٹی کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے کانگریس کی طرف سے اسپیشل سکریٹریٹ قائم کیا جائے اور اس کی شاخیں تمام ریاستوں میں پھیلا دی جائیں

یہ ہے وہ پانچ نکاتی پروگرام جو قومی یکجہتی کے لئے منظور کیا گیا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ناچ گانوں کی نہ پہلے کمی تھی نہ اب ہے بلکہ ان میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے اور ان کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے مگر قومی یکجہتی کمیٹی پر یہ راز اب کھلا ہے کہ ناچ گانوں سے قومی یکجہتی کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہندوؤں کے نقطۂ نظر سے ناچ گانوں کی بڑی اہمیت ہے۔ بلکہ بقول ڈاکٹر راجندر پرشاد انہیں ہندو دھرم میں عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ اگر ان کے ذریعہ قومی یکجہتی قائم ہوتی تو حکومت کو یکجہتی کے لئے دوسری مہم یعنی نہ پڑتی ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ انفرادی طور پر بہت سے مسلمان بھی ناچ گانوں کے رسیا ہیں۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اجتماعی طور پر مسلمانوں کو ناچ گانوں سے سخت نفرت ہے اور ان کے نزدیک ان کا شمار لغویات میں ہوتا ہے۔ مگر مسلمانوں کو چھوڑیئے۔ کیونکہ حکومت کے پیش نظر صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ زیادہ تر ملک کی اکثریت ہے اور ناچ گانا اس کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ لیکن ہمیں شک ہے کہ ناچ گانوں کے ذریعہ قومی یکجہتی قائم ہو سکے گی۔ ایسا ہوتا تو ہندوستان متحد ہو کر حملہ آوروں کا مقابلہ کرتا اور اس کی طوائف الملوکی اُسے برباد نہ کرتی!

(الجمعیۃ ۸/۶۲ ۲۱)

تقرر عہدیداران جماعت احمدیہ ہندوستان

یہ تقرر مورخہ ۲۵/۴/۳۰ تک کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔

(ناظر اعلیٰ قادیان)

(۱) سونگھڑہ ضلع کٹک اڑیسہ

امیر: مکرم سید حسام الدین صاحب۔ نائب امیر: مکرم سید مبشر الدین صاحب

(۲) لکھنؤ یو۔پی

صدر و سیکرٹری مال۔ مکرم سید احمد میاں صاحب پنجاب سائیکل ورکس لکھنؤ امین آباد پارک لکھنؤ
سیکرٹری تعلیم و تربیت و تبلیغ۔ مکرم حاجی عبد القیوم صاحب

(۳) شاہجہانپور۔ یو۔پی

صدر۔ مکرم حاجی عبد القدوس صاحب احمد ایجنسی بہادر گنج۔ سیکرٹری مال۔ مکرم قریشی محمد صادق صاحب
سیکرٹری تعلیم و تربیت۔ مکرم ڈاکٹر محمد عابد صاحب۔ سیکرٹری امور عامہ۔ مکرم محمد عقیل صاحب۔

(۴) کوڈالی ضلع کنانور۔ کیرالہ

صدر و سیکرٹری تعلیم و تربیت۔ مکرم ای حامد صاحب ستیا وہتی آفس کنانور
نائب صدر و سیکرٹری تبلیغ۔ مکرم عبد الجلیل صاحب
سیکرٹری مال۔ مکرم سی برکت اللہ صاحب

(باقی ص۱۲ پر)

ایک ضروری اعلان

کچھ عرصہ سے یہ امر نظارت ہذا کے نوٹس میں آرہا ہے کہ بعض افراد جماعت جن میں مرکز میں رہنے والے بعض افراد بھی شامل ہیں جماعت کے بعض مخیر اصحاب کو ذاتی خطوط لکھ کر یا کسی کی سفارش ڈلوا کر مالی امداد کی درخواستیں کرتے ہیں۔

اس بارہ میں نظارت ہذا صدر انجمن احمدیہ قادیان کے مشورہ سے یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ تمام ایسے مخیر اصحاب جن کی خدمت میں بعض افراد جماعت مالی امداد کی درخواستیں کرتے ہیں۔ انہیں ذاتی طور پر چونکہ ایسے افراد کے حالات کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ اس لئے جب وہ ان کی امداد کرتے ہیں۔ تو بسا اوقات وہ کسی غیر مستحق کی مدد کر رہے ہوتے ہیں۔ ویسے بھی بعض افراد کا مخیر اصحاب کو ذاتی حالات لکھ کر امدادی رقم حاصل کرنا مستحسن فعل نہیں ہے۔ اور جماعت کے مالی نظام پر اثر انداز ہونے والا امر ہے۔

اس لئے جملہ اصحاب کی خدمت میں گذارش کی جاتی ہے کہ جب بھی اُن کے پاس ایسی درخواستیں آئیں تو امداد کرنے سے قبل اگر وہ مرکز کے ذمہ دار اصحاب اور صیغہ جات سے اسبارہ میں رپورٹ لینے کے بعد کوئی قدم اُٹھائیں تو یہ امر مرکز کے منشاء کے مطابق ہوگا اور اُن کی امدادی رقوم صحیح مصرف میں خرچ ہوں گی۔ اور صرف مستحق افراد ہی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں گے۔

امید ہے کہ جماعت کے جملہ اصحاب اسبارہ میں مرکز سے پورا پورا تعاون فرمادیں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

وصـــــــــایا

ذیل کی وصایا منظوری سے قبل اسلئے شائع کی جارہی ہیں تاکہ اگر کسی صاحب کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے اعتراض ہو تو وہ دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کو ضروری تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

نمبر ۱۳۳۲۹ میں محمد محسن احمدی ولد غلام حسین صاحب قوم شیخ پیشہ کنٹریکٹر تعمیرات عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن یادگیر ڈاکخانہ یادگیر ضلع گلبرگہ صوبہ میسور اسٹیٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۱ مارچ ۱۹۶۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت ماہوار آمد تقریباً ایک صد پچاس روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

فقط المرقوم ۳۱ مارچ ۱۹۶۲ء

گواہ شد	العبد	گواہ شد
بشیر الدین احمد قائد مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر	موصی محمد محسن احمدی	مولوی فیض احمد صاحب مبلغ سلسلہ یادگیر ۳۱-۳-۶۲

نمبر ۱۳۲۲۸ میں بشیر الدین احمد ولد قاری محمد عثمان صاحب مرحوم قوم مسلم پیشہ ملازم خانگی عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن یادگیر۔ ڈاکخانہ یادگیر ضلع گلبرگہ شریف صوبہ علاقہ میسور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ ۳/۵۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

اس وقت میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں البتہ میں کارخانہ بیڑی سازی یادگیر میں ملازم ہوں جس میں مجھ کو ماہوار ۱۲۵/- روپیہ مشاہرہ ملتا ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کو ماہوار ادا کرتا رہوں گا اور یہی میرا چندہ حصہ آمد ہوگا۔ اضافہ آمد کی صورت میں ۱/۱۰ حصہ کے تناسب سے حصہ ؍ یا اضافہ ادا کروں گا۔ البتہ یہ میری وصیت ہے کہ بوقت وفات جو میری جائداد ثابت ہو اس کے دسویں حصہ کی وصیت میں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اور یہ اختیار دیتا ہوں کہ وہ میری جائداد سے ۱/۱۰ حصہ کی حد تک رقم وصول کر سکتی ہے۔ فقط

گواہ شد محمد اسمٰعیل فاضل وکیل یادگیر — العبد بشیر الدین احمد الیاس اینڈ برادرز بیڑی فیکٹری یادگیر ۲۸ ۲/۵۹ — گواہ شد رفعت اللہ غوری طالبعلم بی کام عثمانیہ یونیورسٹی حال مقیم یادگیر

صدر صاحبان اور سیکرٹریان امور عامہ جماعتہائے بھارت توجہ فرمائیں

جماعت کے اکثر احباب کو اس وقت اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کے رشتہ کے طے کرنے اور کرانے میں سخت مشکلات درپیش ہیں۔ نظارت ہذا کی طرف سے صدر صاحبان سیکرٹریان امور عامہ اور مبلغ حضرات کو بار بار توجہ دلانے اور قابل شادی اناث و ذکور کے کوائف طلب کرتے چلے آنے کے باوجود ابھی تک معین طور پر اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکا کہ یہ مشکلات کس قدر اہمیت کی حامل ہیں اور ان پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جبتک تمام متعلقہ احباب اپنی ذمہ داریوں کا صحیح رنگ میں احساس کرتے ہوئے اسبارہ نظارت ہذا کے ساتھ کما حقہ تعاون نہ فرمائیں اس وقت تک ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھایا جانا ممکن نظر نہیں آتا۔

اس لئے صدر صاحبان۔ سیکرٹریان امور عامہ اور مبلغین کرام سے التماس ہے کہ وہ اس بارہ میں تساہل سے کام نہ لیں اور اپنی جماعتوں اور حلقہ جات کے تمام قابل شادی اناث و ذکور (خواہ بیوائیں یا دوسری شادی کے خواہشمند دوست ہی کیوں نہ ہوں) اور جن کی شادیاں مقامی جماعت یا اپنے رشتہ داروں اور اپنے علاقہ میں طے نہ ہو سکتی ہوں کے کوائف مرتب کر کے مرکز میں بھجوائیں تا ان رشتوں کے انتظام کے لئے مرکزی طور پر مناسب قدم اٹھایا جا سکے۔

(۲) اسی طرح اکثر سیکرٹریان امور عامہ کی طرف سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ کارگذاری کی رپورٹیں بھی موصول نہیں ہو رہی ہیں۔ جن کے موصول نہ ہونے کی وجہ سے مرکز کو مقامی جماعت کے حالات و مشکلات کا علم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام منتخب شدہ سیکرٹریان امور عامہ (اور اگر کوئی دوست مقامی طور پر اس عہدہ کے لئے باضابطہ چنا نہ گیا ہو) تو صدر صاحبان باقاعدگی کے ساتھ نظارت امور عامہ سے متعلقہ امور کے متعلق ہر ماہ رپورٹ کارگذاری بھجوانے کا اہتمام کریں ممنون ہونگا۔

خاکسار
ناظر امور عامہ قادیان

خبریں

جکارتہ ۲۷ اگست۔ آج چوتھی ایشیائی کھیلوں میں بھارتی کھلاڑی ملکھا سنگھ نے ۴۰۰ میٹر کی دوڑ جیت کر سونے کا تمغہ حاصل کر لیا۔ اس طرح اب تک تین بھارتی کھلاڑی سونے کے تمغے حاصل کر چکے ہیں۔ آج سونے کا دوسرا تمغہ بھارتی پہلوان مالوا نے جیتا۔ انہوں نے جاپانی پہلوان منورا کو شکست دی۔ فیدر ویٹ اور فلائی ویٹ کشتیوں کے مقابلے جاپانی پہلوانوں نے جیتے۔ اور پاکستانی کھلاڑی دوسرے نمبر پر آیا۔ بھارت اب تک سونے کے تین تمغے جیت چکا ہے۔ بھارت کے امرت پال ۸۰۰ میٹر کی دوڑ کی پہلی ہیٹ جیت گئے ہیں اس دوڑ کی دوسری ہیٹ بھارت کے جبندر سنگھ نے جیتی۔ پاکستانی کھلاڑی دوسرے نمبر پر آیا۔

۵۰ ہزار میٹر کی دوڑ میں بھارتی کھلاڑی ترلوک سنگھ تیسرے نمبر پر آگئے۔ اور انہوں نے کانسی کا میڈل جیتا۔ آج پاکستان اور لنکا کی ہاکی ٹیموں میں میچ ہوا۔ اور پاکستان ایک کے مقابلہ میں ۹ گولوں سے جیت گیا۔

نئی دہلی ۲۷ اگست۔ آبپاشی اور بجلی کے نائب منتری شری الگیسن نے آج پارلیمنٹ کے دونوں ہاؤسوں میں ایک بیان پیش کیا۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ مختلف صوبوں میں حالیہ سیلابوں کے نتیجہ میں ۹۰ اشخاص اور ۱۸۰۳ مویشی ہلاک ہوگئے بیان میں کہا گیا ہے کہ آسام میں جتنے زبردست سیلاب آئے ہیں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ بہار اور اُتر پردیش میں سخت طغیانیاں آئیں۔ مغربی بنگال، پنجاب، مدھیہ پردیش، آندھرا اور منی پور میں اوسط درجہ تک سیلاب آئے ہیں۔ ان صوبوں میں سیلابوں سے جو نقصان پہنچا ہے۔ اس کا اگرچہ صوبائی سرکاروں نے جائزہ مکمل نہیں کیا۔ تاہم تازہ ترین اطلاع کے مطابق اُتر پردیش کو چھوڑ کر باقی سب صوبوں میں برسات شروع ہونے سے لے کر اب تک ۲۲ لاکھ ۴۴ ہزار ایکڑ اراضی کی فصلوں کو نقصان پہنچا۔ ۷۲۵ دیہات پر جن کی آبادی ۴۳۰۵ کے قریب تھی۔ اثر ہوا۔ بہار میں ۹۵ دیہات زیرآب ہو گئے۔ اور اس علاقہ میں سیلاب کا ۴۲ ہزار اشخاص پر اثر ہوا۔ وزیر آبپاشی حافظ ابراہیم نے بتایا کہ ستلج۔ بیاس اور راوی میں جو سیلاب آئے ہیں ان سے انجنیئرنگ کی کسی تعمیرات کو نقصان نہیں پہنچا۔ تاہم ۳۸ دیہات کا ۳۲۰۲۰۱۴۰ ایکڑ رقبہ ان سے متاثر ہوا۔

حصار ۲۷ اگست۔ پنجاب سٹیٹ نشہ بندی کانفرنس نے جس کا دو روزہ اجلاس کل ختم ہو گیا متفقہ طور پر پنجاب سرکار سے مانگ کی کہ وہ ۲ اکتوبر کو گاندھی جینتی پر اپنی نشہ بندی پالیسی کا اعلان کرے۔ اور سمجھاؤ دیا کہ نشہ بندی تیسرے پلان کے خاتمہ تک لاگو کر دی جائے۔ محکمہ منتری شری کبردن نے کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پنجاب سرکار نشہ بندی کی پالیسی کی پابند ہے۔ اور جہاں تک نشہ بندی جاری کرنے کا تعلق ہے ریفرینڈم کا کوئی سوال ہی نہیں۔ آئندہ دسمبر میں لوگوں کی رائے لی جائے گی تاکہ پتہ لگ سکے کہ نشہ بندی کب اور کیسے لاگو کی جائے۔ محکمہ منتری نے لوگوں سے اپیل کی۔ کہ وہ نشہ بندی کے متعلق قانون پر عمل کرنے میں حکومت سے تعاون کریں۔ اور کہا کہ اگر پنچایتیں اس معاملہ پر لوگوں کو سمجھائیں اور نشہ بندی کی ترغیب دیں تو کافی مددگار ثابت ہو سکتی ہیں لوگوں کو ترغیب دینے سے ہی شراب نوشی کی بدعت روکی جا سکتی ہے۔

چنڈی گڑھ ۲۷ اگست۔ سرکاری حلقوں کے تخمینہ کے مطابق پنجاب میں گندم کی پیداوار جو کہ سال ۶۰-۱۹۵۹ء میں ۱۲ لاکھ ۴۸ ہزار ٹن تھی ۶۲-۱۹۶۱ء میں بڑھ کر ۲۷ لاکھ ٹن ہو گئی ہے اسی طرح چنے کی پیداوار ۹ لاکھ ۶ ہزار ٹن سے بڑھ کر ۱۵ لاکھ ۹۷ ہزار ٹن ہو گئی۔

گوہاٹی ۲۷ اگست۔ خبری ڈی پی دا سیکرٹری آسام سرحد دیہ منڈل نے بتایا کہ آچاریہ ونوبا بھاوے ۵ ستمبر کو سونار گھاٹ کے راستہ مشرقی پاکستان میں داخل ہوں گے۔ اور وہ ناگیشوری۔ کورگرام۔ سوارام۔ ڈال مینر ہٹ۔ باگرہ۔ رنگ پور۔ بیگل پور۔ دیناج پور اور دولت بی ٹھہریں گے۔ ان کے ساتھ دیگر ہمجولان بھی ہوں گے۔ جن میں شریمتی آشا دیوی۔ آریہ نائکم بھی شامل ہیں۔ آپ ۲۰ ستمبر کو مشرقی پاکستان کا علاقہ طے کر کے مغربی بنگال میں داخل ہو جائیں گے خبری بردا آچاریہ جی کے پروگرام کے متعلق شیلانگ میں پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر کے ساتھ بات چیت کر چکے ہیں۔

لندن ۲۷ اگست۔ برطانوی سائنس دانوں نے سبزیوں سے دودھ تیار کرنے کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ اس سلسلہ میں سنڈے ایکسپریس نے ڈاکٹر فزیلن کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تقریباً ہر سبز چیز سے دودھ تیار کیا جا سکتا ہے۔ گاجر اور گوبھی وغیرہ کے پتوں سے متعلق کامیاب تجربات کئے جا چکے ہیں۔

گوہاٹی ۲۷ اگست۔ ضلع کامروپ کے ڈپٹی کمشنر نے ایک پریس نوٹ میں کہا ہے کہ آسام میں سیلابوں سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۲۷ ہو گئی ہے

بمبئی ۲۷ اگست۔ قومی یکجہتی کی زونل کونسلوں کی کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ ۲ اکتوبر سے ملک میں قومی ایکتا کا ہفتہ منایا جائے گا۔ جس میں جلسے کئے جائیں گے۔ اور لوگوں سے ایک حلف نامہ پر دستخط کرائے جائیں گے جس میں درج ہو گا کہ وہ کسی قسم کا فرقہ وارانہ یا ذات پات کے آدھار پر بھید بھاؤ نہ کریں گے اور کسی جھگڑے میں ہاتھا پائی نہیں کریں گے۔ کمیٹی نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ کسی بھی طالب علم کو کسی یونیورسٹی میں پبلک لائف یا رہائش ذات پات عقیدہ کی بناء پر داخلہ سے انکار نہیں کیا جائے گا۔ یہ کمیٹی زونل کونسلوں کے اپنے دھالوں اور سٹری لال بہادر شاستری پر مشتمل ہے۔ جو کہ ہر زونل کونسل کے چیئرمین ہیں کمیٹی نے آج اس مسئلہ پر چار گھنٹے تک غور و خوض کے بعد ۵ ممبری کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا جو اس بات کی سفارش کرے گی کہ تعلیمی اداروں میں داخلہ کے مقصد سے رہائش کی پابندیاں کس طرح دور کی جا سکتی ہیں۔ کمیٹی نے بھاشائی اور دوسری اقلیتوں کو مختلف صوبوں میں دیئے گئے تحفظات کا جائزہ لیتے ہوئے اس تجویز کا اعادہ کیا کہ انگریزی اور ہندی کی پڑھائی آجکل کی نسبت ذرا پہلے مرحلہ پر شروع ہونی چاہیئے۔

تقرر عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان

یہ تقرر مورخہ ۶۵-۴-۳۰ تک کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔

(۵) بمبئی

سیکرٹری امور عامہ۔ مکرم وی۔ کے محی الدین صاحب

(۶) کنانور۔ کیرالہ

سیکرٹری جائیداد۔ مکرم کے۔ سی محمود صاحب۔ پہلے نام غلطی سے کے وی محمود شائع ہوا ہے۔

" امور عامہ۔ مکرم ایم محمود صاحب۔ یہ نام سہو کتابت سے رہ گیا تھا۔

مغربی افریقہ میں ملازمت کا شاندار موقعہ

فری ٹاؤن۔ سیرالیون مغربی افریقہ میں ایک احمدی ایم۔ اے پاس خواہ سیکنڈ کلاس ہو بطور استاد مطلوب ہے۔ پانچ چھ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ہو گی۔ خواہشمند احباب انچارج احمدیہ مسلم مشن فری ٹاؤن سیرالیون۔ مغربی افریقہ سے خط و کتابت فرماویں۔

(ناظر امور عامہ قادیان)

امتحان کتب سلسلہ کی تاریخ میں تبدیلی

اب امتحان مورخہ ۷ اکتوبر بروز اتوار منعقد ہو گا

نظارت ہذا کی طرف سے کتاب فتح اسلام اور "درِ منثور" کا امتحان مورخہ ۷ اکتوبر کو منعقد ہو گا۔ امتحان کی تاریخ میں یہ تبدیلی بعض جماعتوں کی درخواست پر عمل میں لائی گئی ہے۔ تا امتحان میں شریک ہونے والے دوستوں کو تیاری کا بہتر موقعہ مل سکے۔ احباب کوشش فرمائیں کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں دوست امتحان میں شریک ہوں۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان